عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۴۰

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

ختمِ نبوّت

وزارتِ مذہبی امور حکومت پاکستان کی طرف سے
شائع کردہ خطباتِ جمعہ میں سے ایک خطبہ

کسوف و خسوف کی روایت

مرزا قادیانی کا استدلال اور
اس کا جواب

ذکری مذہب

ایک الگ مذہب ہے
جس کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں

حکومت رمضان المبارک میں انکے ہونیوالے مصنوعی حج پر پابندی لگائے

مقامِ امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

مرسلہ: قاری عنایت الرحمٰن

حق تعالیٰ نے انسان کی فلاح کے لئے چند ایک ایسی شخصیات دنیا میں بھیجی ہیں جنہوں نے دین اسلام کی ایسی بے نظیر خدمات کی ہیں جن کی خدمات و کارنامے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کئے جاسکیں گے ان شخصیات میں سے ائمہ اربعہ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے جن کی امامت وفقاہت پر ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے ائمہ اربعہ میں سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کئی وجوہ سے اولیت و افضلیت کا ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس لئے تو آپ عالم اسلام میں امام اعظم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تھا آپؒ کوفہ میں ۸۰ھ بزمانہ خلافت عبدالملک بن مروان اس فانی دنیا میں تشریف لائے آپؒ بہت خوبصورت فصیح زبان شیریں بیان اور متوسط قامت تھے گندمی رنگ حسین و خوبرو باہیبت تھے۔ بے وجہ کلام نہ فرماتے اپنے مطلب میں امین العجمۃ تھے آپؒ واقعی الاان اولیاءاللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون کے مصداق تھے۔

آپ کے بارے میں حضورؐ کی پیشگوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”اگر علم ثریا ستاروں کے پاس ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ اس کو ضرور حاصل کرتے۔“ (طبرانی) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں امام اعظمؒ نے جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی فرمائی اس لئے آپؒ تابعی اور خیر القرون میں سے تھے۔ امام صاحبؒ نے چار ہزار تابعین سے مختلف علوم وفنون کا استفادہ فرمایا۔ اس طرح آپؒ سے بھی بے شمار شیوخ نے علم حدیث وفقہ حاصل کیا ان تشنگان علوم کا ضبط و استیعاب ناممکن ہے بعض نے آٹھ سو تک شاگردوں کا تذکرہ مع نام ونسب کیا ہے۔ امام محمد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ جیسی جلیل القدر شخصیات نے آپ کے علوم سے استفادہ فرمایا۔

علم حدیث میں آپؒ کا مقام

خلف بن ایوبؒ فرماتے ہیں کہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا اور آپؐ سے صحابہ کرامؓ کی طرف صحابہ سے تابعین کی طرف اور تابعین سے امام صاحبؒ اور ان کے شاگردوں کی طرف منتقل ہوا چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے امام صاحبؒ کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا وہ ہم پر غالب رہے پھر ہم نے امام صاحبؒ سے فقہ اور زھد میں مقابلہ کیا لیکن وہ ہم سے سبقت لے گئے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ سے زیادہ حدیث کو سمجھنے اور پرکھنے والا کوئی نہیں اور نہ ان سے زیادہ حدیث میں فقاہت رکھنے والا کوئی ہے عبداللہ بن داؤدؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں امام صاحبؒ کو یاد رکھیں کیونکہ آپؒ نے احادیث و فقہ کو محفوظ فرما کر امت مسلمہ پر احسان فرمایا۔ امام صاحبؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور جرح و تعدیل کے امام تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی آپؒ سے روایت لی ہے۔

علم فقہ میں آپؒ کا مقام

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقیہ بننا چاہے وہ ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کو لازم پکڑے اس لئے کہ سب علماء فقہ میں امام صاحبؒ کے عیال ہیں۔ وکیعؒ فرماتے ہیں میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ اور اچھی نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ یزیدؒ فرماتے ہیں کہ فقہ و علم میراث کے لئے ہی گویا امام صاحبؒ پیدا ہوئے امام صاحبؒ سے زیادہ فقیہ اور پرہیزگار کوئی نہ تھا امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ اگر اس ستون کو سونے کا فرماتے تو دلیل سے ثابت کرتے کیونکہ آپؒ افقہ الناس تھے سب سے اچھے تیز طبع باریک بین فقہ میں سب سے زیادہ غوطہ زن تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ اہل ورع زہد و ایثار اور آخرت میں ایسے رتبہ کے ہیں جن کو کوئی نہیں پہنچ سکتا مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابو حنیفہؒ کو واسطہ بنائے میں امید کرتا ہوں کہ اسے کچھ خوف نہیں اور اس نے احتیاط میں کمی نہ کی۔ ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی محبت تحمۂ دین و سنت ہے اور آپؒ ایک ستارہ ہیں جس سے شب کو راہ چلنے والا ہدایت پاتا ہے۔

امام صاحبؒ کی عبادت

امام صاحبؒ پوری رات عبادت میں مشغول رہتے اور ایک رکعت میں پورے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے مکہ مکرمہ میں آپ کو تمام رات طواف میں مشغول پایا گیا چالیس سال تک آپؒ نے عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ تہجد پڑھنا آپؒ سے بتواتر ثابت ہے آپؒ نے تیس سال مسلسل روزے رکھے اور افطار نہ کیا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ہر رات دن میں ایک ختم قرآن مجید فرماتے اور رمضان المبارک میں یوم عید تک باسٹھ ختم قرآن فرماتے تھے۔ خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب آیت عذاب تلاوت فرماتے تو اتنا روتے کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ پر رحم آتا۔ امام صاحبؒ کی فہم و فراست کمال تک پہنچی ہوئی تھی آپؒ نے ایسے مسائل استنباط فرمائے اور ایسے مشکل مرحلوں کا حل نکالا کہ حاسدین و معترضین نے بھی داد و تحسین پیش کی اس بارے میں آپ کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ زھد و تقویٰ اس قدر تھا کہ بعض حلال اشیاء کو بھی بوجہ شبہ کے ترک فرمادیا کرتے تھے۔ حلم و صبر اتنا تھا کہ آپؒ اپنے دشمنوں کو صرف معاف نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ معافی موصلی نے امام ابو حنیفہؒ کی دس خاص عادات کا ذکر کیا ہے۔

(۱) پرہیزگاری (۲) سچ بولنا (۳) عفت (۴) لوگوں کی خاطر مدارات کرنا (۵) سچی محبت رکھنا (۶) اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا (۷) زیادہ تر خاموش رہنا (۸) ٹھیک بات کرنا (۹) عاجزوں کی مدد کرنا (۱۰) اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کرنا۔

امام صاحبؒ کے حسن جوار کے بھی بہت سے واقعات ہیں آپ کسب حلال کے لئے خود کپڑے کی تجارت فرمایا کرتے تھے آپ کی حسن سیرت پر علماء نے مفصل کتابیں تحریر فرمائیں جن سے آپ کی عظمت شان کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کے حاسدین نے آپؒ پر بہت لعن و تشنیع کی ہے مگر یہ لوگ آپ کی حسن سیرت سے ناآشنا تھے۔

وفات

عہدہ قضاء کے انکار سے خلیفہ منصور نے آپ کو قید کردیا اور آپؒ پر مصائب کی بارش کی اور خوراک میں نہایت تنگی کی بالآخر ۱۵۰ھ بعمر ستر سال آپ کا جنازہ قید خانہ سے اٹھا آپ کی نماز جنازہ چھ مرتبہ ادا کی گئی پچاس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی آپ کے انتقال کے بعد غیبی نداء میں آپ کی مدح سنی گئی اور جنات کے رونے کی آوازیں آئیں آپ کی وفات کے بعد ائمہ کرام آپ کی قبر کا بھی احترام فرمایا کرتے تھے۔ خداوند آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں آپ کی اتباع نصیب فرمائے (آمین)

(الخیرات الحسان)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوت

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

جلد: ۱۱ | ۱۸ تا ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۲ تا ۱۸ مارچ ۱۹۹۳ء | شمارہ: ۴۰

اس شمارے میں

۱۔ مقام امام اعظم امام ابو حنیفہؒ ۔۔۔ ۲
۲۔ قرآن و حدیث ۔۔۔ ۴
۳۔ فرقہ واریت اور پاکستان (اداریہ) ۔۔۔ ۵
۴۔ منکرات عید دلائل شرعیہ کی روشنی میں ۔۔۔ ۶
۵۔ صدقۃ الفطر ۔۔۔ ۸
۶۔ اسلام میں نظام حکومت کا تصور ۔۔۔ ۹
۷۔ رمضان المبارک (نظم) ۔۔۔ ۱۳
۸۔ پریس کانفرنس ۔۔۔ ۱۴
۹۔ کسوف و خسوف کی روایت ۔۔۔ ۱۸
۱۰۔ ذکری مذہب ۔۔۔ ۲۰
۱۱۔ ختم نبوت ۔۔۔ ۲۳
۱۲۔ سفر جل کے فوائد ۔۔۔ ۲۶

سرپرست
شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نگران اعلیٰ
مولانا محمد یوسف لدھیانوی

معاون مدیر
مولانا منظور احمد الحسینی

سرکولیشن منیجر
محمد انور

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

رابطہ دفتر
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۷۴۴۰۰، پاکستان
فون نمبر: 7780337

چندہ بیرون ملک
غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک ۴۵ ڈالر

چندہ اندرون ملک
سالانہ ۔۔۔ ۱۵۰ روپے

ارشادِ باری تعالیٰ

جل جلالہٗ

خلافت

ترجمہ:۔ وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام' البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔ اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو رسول کے تاکہ تم پر رحم ہو۔ نہ خیال کر کہ یہ جو کافر ہیں تھکا دیں گے بھاگ کر ملک میں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی۔

(النور۔ آیت ۵۵ تا ۵۷)

فرمانِ خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم

نزولِ عیسیٰ

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی۔ اور قیامت تک غالب رہے گی۔

فرمایا: پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا کہ آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے تو آپ فرمائیں گے نہیں (یہ نماز آپ ہی پڑھائیں) بے شک تم میں سے بعض' بعض پر امیر ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امت کا اکرام ہے۔

(مسلم)

چیدہ چیدہ

قادیانی' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو کفر کہتے ہیں

کہتا یہ ہے کہ انہوں نے نبی الگ بنایا' قرآن الگ بنایا (جس کا نام "تذکرہ" ہے اور جس کی حیثیت مرزائیوں کے نزدیک وہی ہے جو مسلمانوں کے نزدیک تورات زبور' انجیل اور قرآن کریم کی ہے) امت الگ بنائی' کلمہ الگ بنایا۔ وہ اپنے دین کا نام اسلام رکھتے ہیں..... اور ہمارے دین کا نام کفر رکھتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین قادیانیوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) کفر ہو گیا اور مرزا کا دین ان کے نزدیک اسلام ہے۔ ہم قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ تم ہمیں جو کافر کہتے ہو؟ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کس بات کا انکار کیا ہے؟ کیا مرزا کے آنے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کفر بن گیا؟ مرزا سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام کہلاتا تھا اور اس کو ماننے والے مسلمان کہلاتے تھے لیکن مرزا آیا اور اس کی منحوس قدمی سے محمد رسول اللہ کا دین کفر بن گیا اور اس کو ماننے والے کافر کہلائے۔ (العیاذ باللہ)

(قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق۔ ص ۱۳)

فرقہ واریت اور پاکستان

ابھی پچھلے دنوں یہ خبر آئی تھی کہ حکومت فرقہ پرست تنظیموں پر پابندی عائد کردے گی۔ خبریں میں کچھ تنظیموں کا نام بھی لیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین صاحب نے ایک خط ارسال کیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

ہمارے وزیر اعظم جناب میاں محمد نواز شریف بھی مسلسل ایک ماہ سے فرقہ پرستی کے خلاف لیکچر دے رہے ہیں۔ ہمیں جناب وزیر اعظم صاحب کی رائے سے کلی اتفاق ہے اور ہماری بھی یہ خواہش ہے کہ ملک سے فرقہ پرستی ختم ہو اور یہاں کے عوام میں باہمی اخوت اور بھائی چارگی کی فضاء قائم ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس فرقہ پرستی کا بانی کون ہے اور اب اس کو فروغ دینے والے کون ہیں؟

متحدہ ہندوستان میں انگریز کو اپنے اقتدار کے راستے میں جو مشکل پیش آئی وہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد تھا اس نے یہ سوچا کہ اگر مسلمان قوم اسی طرح متحد و متفق رہی تو ہمارا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس لئے اس نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کو اپنایا بڑے بڑے جاگیرداروں' رئیسوں اور نوابوں حتیٰ کہ گدی نشینوں تک کو اس نے خریدا۔ انہیں جاگیروں سے نوازا' ان کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے' بڑے بڑے خطابات دیئے گئے اور تعریفی اسناد جاری کی گئیں۔ پھر ان انگریز کے کاسہ لیسوں اور خوشامدیوں نے انگریز کے گن گانے شروع کر دیئے اور جو لوگ تحریک آزادی کے لئے سرگرم تھے ان کو طرح طرح کے الزامات لگا کر بدنام کیا گیا انگریز کے ٹوڈیوں میں جو لوگ صف اول میں تھے ان میں سرفہرست مرزا قادیانی کا نام شامل ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور پھر اسی نبوت کی بنیاد پر اس نے انگریز کی اطاعت کو فرض' اس کی حکومت کو اولی الامر اور اس کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔

یہ بحث خاصی طویل ہے' اس لئے ہم اس بحث سے بچتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فرقہ پرستی کی آگ انگریز نے جلائی تھی جسے بھڑکانے میں (اس کے خود کاشتہ پودے) قادیانی پیش پیش ہیں ہم یہ محض الزام نہیں لگا رہے بلکہ حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ تو فرقہ پرستی ہے پچھلے چند سالوں میں کراچی' حیدر آباد وغیرہ میں جو لسانی فسادات ہوئے اور جن میں سینکڑوں انسانی جانوں کا ضیاع ہوا اس کے پس پردہ بھی قادیانی سازش کار فرما تھی۔

کراچی کی ماڈل کالونی ایک ایسا علاقہ ہے جہاں پنجابی کثرت سے آباد ہیں۔ جن میں قادیانی خاصے بااثر ہیں وہاں مہاجر پنجابی فساد کی بنیاد قادیانیوں نے رکھی۔ اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق قادیانی دونوں گروہوں کے پاس جاتے تھے اگر وہ مہاجر ہوتے تو ان سے کہتے کہ پنجابی مہاجروں پر حملے کا پروگرام بنا رہے ہیں' جس سے وہ مشتعل ہو جاتے۔ اگر پنجابی ہوتے تو انہیں یہ کہہ کر بھڑکاتے کہ مہاجروں نے حملے کا پروگرام بنایا ہے۔ معاملہ صرف بھڑکانے تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ دونوں گروہوں کو اسلحہ کی پیشکش بھی کی جاتی لیکن اسلحہ پنجابیوں کو مہیا کیا جاتا جس کے نتیجے میں بہت سے مہاجر گھرانے ماڈل کالونی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے اپنے مکانات سستے داموں فروخت کئے مبینہ طور پر مکانات خریدنے والے خود قادیانی ہوتے تھے اس طرح وہاں سے مہاجروں کو نکالنے کا مقصد ماڈل کالونی کو ربوہ ثانی بنانا تھا جس پر اب بھی عمل جاری ہے۔

ان واقعات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح انگریز اس پالیسی پر عمل پیرا تھا کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" آج اس کی معنوی اولاد قادیانی اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں "لڑاؤ اور اپنا الو سیدھا کرو۔" اس ملک میں خواہ فرقہ وارانہ جھگڑے ہوں یا لسانی فسادات ان کے پس پردہ قادیانی سازش کار فرما ہوتی ہے۔ جناب وزیر اعظم اگر واقعی فرقہ واریت کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا بہترین حل یہی ہے کہ فتنہ قادیانیت کو ختم کر دیا جائے اور اس کی بہترین صورت یہی ہے کہ ملک میں' اسلام اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت اور کفر' ارتداد و زندیقیت اختیار کرنے کی وجہ سے مرزا طاہر سے لے کر ادنیٰ مرزائی قادیانی تک کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے یا کم از کم انہیں اسی طرح خلاف قانون قرار دے کر ملک بدر کر دیا جائے۔ جس طرح ایران نے بہائیوں کو خلاف قانون قرار دے کر ملک بدر کیا ہے۔

یہاں ہم اس بات کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک کے آفیسرز اور حکمران طبقے کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ قادیانیت' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث وغیرہ مکاتب فکر کی طرح ایک مکتب فکر ہے یا مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ یہ بالکل غلط ہے قادیانیت فرقہ نہیں فتنہ ہے۔ وہ مکتبہ فکر نہیں بلکہ ایک الگ مذہب ہے اس کے عزائم اصلاحی نہیں تخریبی اور سیاسی ہیں۔ جس گروہ نے اپنا نبی اپنا کعبہ' اپنا قرآن اپنا حج الگ بنا لیا ہو۔ اسے مسلمانوں کا فرقہ قرار دینا یا مسلمان سمجھنا ہی کفر ہے۔ اس لحاظ سے بھی قادیانی گروہ پر پابندی لگانا ضروری ہے۔ جب قادیانی جماعت پر پابندی لگ جائے گی تو ملک سے فرقہ واریت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ ہمیں امید ہے کہ جناب وزیر اعظم صاحب مذکورہ بالا گزارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔

منکراتِ عید
دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں

مفتی عبدالرؤف سکھروی

احقر نے گزشتہ سال رمضان المبارک کے پرچہ (البلاغ) میں "رمضان المبارک اور ہماری کوتاہیاں" کے عنوان سے رمضان المبارک کے مختلف گوشوں کے متعلق معاشرہ میں پھیلی ہوئی عام کوتاہیوں کا تذکرہ کیا تھا اور ان سے بچنے کی ترغیب دی تھی چنانچہ اس کے آخری عنوان "نماز عید" کے تحت عید کی بہت سی کوتاہیاں ذکر کی تھیں ان میں سے درج ذیل تین کوتاہیاں ایسی ہیں جن پر لوگوں کو بہت اشکال ہوا اور ان کا خلاف شرع ہونا ان کی سمجھ میں نہ آیا جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کے خلاف شرع ہونے کے دلائل درج نہیں کئے تھے اور دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اب یہ چیزیں معاشرہ میں ایسی رائج ہو چکی ہیں کہ اب ان کی قباحت بھی ذہن سے نکل چکی ہے لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں ان کی وضاحت کردی جائے تاکہ شکوک وشبہات دور ہوں۔ اطمینان سے شریعت کی تابعداری کی جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ کی جائے۔

وہ تین کوتاہیاں یہ ہیں۔

(۱) اکثر لوگ نماز عید کے بعد گلے ملتے ہیں اور اس کو نماز عید کے لوازمات میں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بدعت ہے اور اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔

(۲) عیدین کے دن "عید مبارک" کہنے سے بھی بعض علماء نے منع کیا ہے کیونکہ اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔

(۳) بعض لوگ عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ اب ان تینوں کو ترتیب وار قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

عیدین کا مصافحہ اور معانقہ

مصافحہ ملاقات کے وقت ہے سب سے پہلے مصافحہ اور معانقہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یقیناً" جب ایک بندہ مومن دوسرے بندہ مومن سے ملاقات کرتا ہے پھر اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے موسم خزاں میں خشک ہو کر گر جاتے ہیں۔

(الترغیب والترھیب ص ۴۳۳ - ج ۲)

والترھیب ص ۴۳۳ - ج ۲) **حدیث:** حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں (اور) پھر باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط

(الترغیب والترھیب ص ۴۳۶ - ج ۳)

مصافحہ سلام کا تکملہ ہے

حدیث: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ..... تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل (سلام کے بعد) مصافحہ کرنا ہے۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۴۰۱)

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سلام کی تکمیل ہاتھ پکڑنا ہے (یعنی مصافحہ کرنا ہے)

(رواہ الترمذی ص ۱۱۵ - ج ۲)

معانقہ سفر سے آنے پر ہے

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (کسی سفر سے) مدینہ منورہ آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ وہ آپؐ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے کی خوشی میں کھلے بدن کے ساتھ (جب کہ ستر چھپا ہوا تھا) ایک چادر اپنے بدن پر ڈالتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخدا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں کسی کا استقبال کرتے ہوئی نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا اور نہ کبھی اس کے بعد.... پھر آپؐ نے زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

حدیث: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان کے حبشہ سے واپسی کے قصہ میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور مجھ سے معانقہ فرمایا.....

رواہ فی شرح السنہ (مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

مصافحہ اور معانقہ میں صحابہ کرامؓ کا عمل

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب آپس میں ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ کیا کرتے تھے۔

رواہ الطبرانی (الترغیب والترھیب ص ۴۳۴ - ج ۳)

تشریح: ان احادیث سے اور ان جیسی دیگر احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مصافحہ اور معانقہ کرنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو پہلے سلام کرتے اور سلام کے بعد مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہ تھا۔ بس اسی طرح بالکل اسی تفصیل سے مصافحہ اور معانقہ کرنا مسنون ومستحب ہے اور کار ثواب ہے اس پر عمل کرنا چاہئے اسے نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کسی کی مجال ہے۔

چنانچہ اگر کوئی مصافحہ اور معانقہ کو عید کے دن خاص عید کی وجہ سے لازم اور ضروری نہ سمجھے اور عیدین کی علاوہ سال کے باقی ایام میں بھی سنت سمجھ کر اس کا پورا اہتمام کرے اور اپنا دائمی عمل بنالے اور پھر عیدین کے دن اپنے سابقہ معمول کے مطابق بوقت ملاقات سلام کرکے مصافحہ کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں یا جو عزیز یا رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئے اور سفر سے آنے کی بناء پر اس سے گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے

رہا فرض نمازوں اور عیدین کی نماز کے بعد کا مروجہ مصافحہ اور معانقہ سو ان احادیث اور دیگر صحیح احادیث میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرض نمازوں اور عیدین کے روز التزاماً مصافحہ اور معانقہ کیا کرتے تھے۔ یہ لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کرلیا ہے۔ اور سنت بنالیا ہے بلکہ فرض واجب کی طرح اس کی پابندی کی جاتی ہے اور اس کو ایسا ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کے بغیر عید ہی نہیں ہوسکتی۔ اور جو اس پر عمل نہ کرے اس کو طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں حالانکہ مصافحہ ومعانقہ نہ عید کی سنت ہے اور نہ اس کے فرائض وواجبات میں سے ہے۔

تو جو چیز نہ سنت عیدین ہے اور نہ فرض وواجب ہے اس کو سنت قرار دینا یا فرض وواجب کا درجہ دینا کیا اپنی طرف سے اضافہ کرنا نہیں؟ پھر اس مصافحہ اور معانقہ کی شکل بدل گئی ہے اور اس طرح کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت کریں۔ یہاں یہ صورت ہے کہ عیدین کے روز گھر سے ایک ساتھ نکلے راستہ میں ملاقات رہی، ایک ساتھ عیدگاہ گئے ساتھ بیٹھے ساتھ نماز پڑھی پھر جب نماز اور خطبہ سے فارغ ہوتے ہیں تو مصافحہ اور معانقہ شروع ہوجاتا ہے اور اس پر غضب یہ کہ اکثر سلام بھی نہیں کرتے بس گلے ملے اور سلام کی جگہ عید مبارک کہہ کر فارغ ہوئے اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں غور کیجئے! کیا یہ دین کو بدلنا نہیں ہے؟ اسی لئے اس سے منع کیا جاتا ہے۔

محدث کبیر حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق

بہرحال چونکہ عیدین اور فرض نمازوں کے بعد اس مروجہ مصافحہ ومعانقہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لئے فقہاء ومحدثین، رحمہم اللہ نے اپنے اپنے زمانہ میں اس کی تردید فرمائی ہے اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ مذکورہ بالا احادیث کے تحت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں محدث کبیر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کی تردید میں جو کچھ فرمایا ہے ملاحظہ ہو......

"مشروع مصافحہ کا محل وہ ملاقات کے شروع میں ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ بغیر مصافحہ کے ملتے ہیں اور دیر تک ادھر ادھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں، پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں یہ کہاں کی سنت ہے؟

اسی لئے ہمارے علماء نے صراحتہ لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے۔

(مرقاۃ مشکوٰۃ ص ۷۷ ج ۹)

تشریح:- ان کے زمانہ میں عصر وفجر کی نماز کے بعد مصافحہ کا رواج تھا جیسا کہ آج بھی مصافحہ کے التزام کا ایک ہی حکم ہے چنانچہ شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عصر وفجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے کی ممانعت اس بناء پر ہے کہ ان کے زمانہ میں اسی کی عادت تھی ورنہ جملہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ایسا ہی ممنوع ہے (جیسا فجر وعصر کے بعد)

شامی ص ۲۴۴ ج ۵)

علامہ شامیؒ کی تحقیق

فقہاء متاخرین میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب شامی میں مصافحہ کے متعلق تفصیل سے بحث فرمائی ہے اس کے آخر میں علامہ نے جو تحقیق قلمبند کی ہے وہ نہایت واضح اور بے غبار ہے۔ چنانچہ بعد کے تمام علماء وفقہاء کی تحقیق کا مرجع یہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ اور یہ مصافحہ اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں..... یہ بڑی مکروہ بدعت ہے۔ شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ تنبیہ کی جائے، نہ مانے تو دوسری دفعہ اس کو سزا دی جائے اور ابن الحاج مالکی مدخل میں تحریر فرماتے ہیں یہ ایک بدعت ہے۔ شریعت میں مصافحہ کرنے کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نہ کہ نمازوں کے بعد۔ لہٰذا جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والے کو جو سنت کے خلاف عمل کر رہا ہے سختی سے روکا جائے۔"

(شامی ص ۲۴۴ ج ۵)

"اور معانقہ کے متعلق المدخل میں تصریح ہے:۔

فرماتے ہیں رہا (عیدین کا) معانقہ سو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حضرت ابن عیینہؒ نے کچھ دن بعد ملاقات ہونے پر معانقہ کی اجازت دی ہے لیکن جو شخص عید کے دن نماز عید میں حاضر ہے اس سے معانقہ کرنے کی اجازت نہیں۔

(۲۹۵ ج ۲)

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں پر واضح کردینا ضروری ہے کہ شاید کسی صاحب علم کو علماء سلف کے ان بعض اقوال سے شبہ ہو جن میں انہوں فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کے رواج کو بدعت مباحہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جائز ہے۔

واضح رہے کہ اول تو بدعت مباحہ کہنے سے اتنی بات خود ہی واضح ہوگئی کہ اس موقع پر ہونے والا مصافحہ ان کے نزدیک بھی سنت نہیں ہے اور سنت ہو بھی کیسے سکتا ہے جب ثابت ہی نہیں اور ایک امتی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ چاہئے کیونکہ آپؐ کا راستہ ہی راہ ہدایت ہے۔ دوسرے یہ کہ علماء محققین نے ان اقوال کو اختیار نہیں کیا بلکہ صراحتہ ان کی تردید فرمادی جیسا کہ ابھی اوپر حافظ ابن حجرؒ اور علامہ شامیؒ کی تحقیق سے ثابت ہوا۔ نیز ہند وپاک کے محقق علماء وفقہاء نے بھی انہیں قبول نہیں کیا جیسا کہ آگے آرہا ہے لہٰذا ان سے استدلال کرنا درست نہیں۔

ہند وپاک کے علماء کے فتاویٰ

اب ہند وپاک کے اکابر علماء، فقہاء اور مفتیوں کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔ سب اس پر متفق ہیں کہ عیدین کی نماز کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد جو مصافحہ اور معانقہ رائج الوقت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ

عیدین میں مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے

سوال:۔ معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے، مکروہ ہے یا حرام؟

جواب:۔ معانقہ ومصافحہ بوجہ تخصیص کے اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ ضروری جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی ہے اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے۔ ایسا ہی بشرائطہٖ خود یوم العید کے ہے۔ اور علی ہذا معانقہ جیسا بشرائطہا خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے۔ کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے۔ فقط واللہ اعلم رشید احمد عفی عنہ۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۰۲)

سوال:۔ عیدین میں معانقہ کرنا اور بغلگیر ہونا کیسا ہے۔ للہ ان مسئلوں کو زیب قلم فرما کر مزین بمہر فرماویں فقط۔

جواب:۔ عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح۔ محمد عبداللطیف عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۰۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا فتویٰ

نماز عیدین کے بعد مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے

سوال:۔ عیدین میں مصافحہ ومعانقہ روا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت وکیفیت معین فرمادی ہے

اس میں تغیر و تبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لئے عبادات میں سے ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا۔ اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقاء کے وقت بالاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے۔ پس اب اس کے لئے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغیر عبادت کرنا ہے جو ممنوع ہے۔ لہذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے۔ شامی میں اس کی تصریح موجود ہے فقط واللہ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۴۵۶)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

نماز عیدین کے بعد مصافحہ مکروہ ہے

سوال:۔ نماز عیدین کے بعد مصافحہ ومعانقہ آپس میں کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں۔

جواب:۔ نماز عیدین یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت جاننا اور معمول بہ ٹھہرانا بعض فقہاء نے منع لکھا ہے اور تبیین محارم میں اس کو روافض کے طریقہ سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے۔ شامی میں لکھا ہے۔

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه یکره المصافحة بعد اداء الصلوة بکل حال لان الصحابة رضی الله تعالی عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوات ولانها من سنن الروافض ا ه ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع الخ

(شامی ص ۲۴۴۔ ج ۵) واللہ اعلم

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ

عیدین کی خصوصیت سے مصافحہ ومعانقہ کرنا بدعت ہے

سوال:۔ بعد نماز جمعہ وعیدین مصافحہ ومعانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر ناجائز ہے تو پھر ان احادیث کا کیا مطلب ہے؟

عن البراء بن عازب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا رواه احمد والترمذی وابن ماجه وفی روایة ابی داود قال اذا التقی المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه غفر لهما وعن ایوب بن بشیر عن رجل عن عنزة انه قال قلت لابی ذر هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصافحکم اذا لقیتموه قال ما لقیته قط الا صافحنی وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اهلی فلما جئت اخبرت فاتیته وهو علی سریر فالتزمنی فکانت تلک اجود واجود۔ رواه ابو داود وعن براء بن عازب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی اربعا قبل الهاجرة فکانما صلاها من لیلة القدر والمسلمان اذا تصافحا لم یبق بینهما ذنب الا سقط۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان۔

یہ احادیث علی العموم بلا کسی تعیین کے مصافحہ اور معانقہ کو ثابت کر رہی ہیں۔

وقال النووی اعلم ان المصافحة سنة مستحبة عند کل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لا باس لان اصل المصافحة سنة و کونهم محافظین فی بعض الاحوال مفرطین فیها فی کثیر من الاحوال لا یخرج ذلک عن کونه سنة وهی من البدع المباحة۔

اس کلام سے بھی اگر مصافحہ کی عدم اصلیت ثابت ہوتی ہے تو فقط صلوٰۃ صبح وعصر کے وقت مگر پھر بھی لفظ لا باس کہا گیا ہے تو جواز۔

جواب:۔ عیدین یا جمعہ کی تخصیص سے مصافحہ معانقہ کرنا کئی وجہ سے مکروہ اور بدعت ہے؟

(۱) یہ کہ بسا اوقات یہ تخصیص جہلاء کے فساد اعتقاد کا باعث ہوتی ہے۔

(۲) یہ کہ یہ طریقہ روافض کا تھا کہ بعد نماز مصافحہ کرتے تھے اور آج ہمارے زمانے میں علاوہ مشابہت بالروافض کے مشابہت بالہنود بھی ہے کہ وہ ہولی کے روز ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔

(۳) یہ کہ مصافحہ کا مسنون وقت ملاقات ہے۔

لکن قد یقال ان المواظبة علیها بعد الصلوة خاصة قد یؤدی الجهلة الی اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع وان لها خصوصیة زائدة علی غیرها مع ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع وکذا قالوا بسنیة السور الثلاث فی الوتر مع الترک احیانا لئلا یعتقد وجوبها ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوة بکل حال لان الصحابة رضی الله عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوات ولانها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع وانه ینبه فاعلها اولا ویعزر ثانیا ثم قال وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخیه لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها فینهی عن ذلک ویزجر فاعله لما اتی به من خلاف السنة (ردالمختار ص ۱۲۶ ۔ ج ۵)

احادیث سے بوقت ملاقات مصافحہ ثابت ہوتا ہے۔ امام نوویؒ نے بھی زیادہ سے زیادہ لفظ لا باس..... استعمال کیا ہے اور بدعت مباحہ ہونا بتایا ہے ان کے قول سے بھی مسنون یا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا پھر یہ قول بالاباحہ ان کا خیال ہے ورنہ محققین شوافع کا یہ مذہب ہے کہ یہ تخصیص بدعہ ہے بلکہ ابن حجر کی عبارت منقولہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ تنبیہ کرنے اور دوسری مرتبہ تعزیر کا حکم دیتے ہیں اور یہی مذہب مالکیہ اور محققین حنفیہ کا ہے.....واللہ اعلم۔

(کفایت المفتی جلد نہم ص ۴۲ کتاب الحظر والاباحۃ)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مصدقہ فتویٰ

عیدین میں مصافحہ ومعانقہ بدعت ہے

سوال:۔ عیدین میں مصافحہ کرنا یا بغل گیر ہونا کیا ہے؟

جواب:۔ یہ بدعت ہے اور شعار روافض ہے۔ ترک کرنا چاہئے شامی میں لکھا ہے۔

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوات بکل حال لان الصحابة رضی الله عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوات ولانها من سنن الروافض ا ه کتبه مسعود احمد والله تعالی اعلم۔ الجواب الصحیح۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ

(امداد المفتین ص ۲۰۴۔ مطبوعہ جدید)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ کا مصدقہ فتویٰ

نماز عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے

سوال:۔ اکثر لوگ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے پر مصر ہوتے ہیں۔ یہی لوگ اگر یوم عید کے پہلے یا عید کے روز مصافحہ کر لینے کے بعد حتیٰ کہ عید کی نماز سے پہلے اگر ملتے ہیں تو مصافحہ کے لئے رجوع بھی نہیں ہوتے اور عید کے مصافحہ کو بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ تارکین کو برا بھلا کہتے ہیں ایسے لوگوں سے اگر عید کے روز اول ملاقات ہو اور وہ اپنے اسی عقیدہ سے مصافحہ کرنا چاہیں تو احتراز سے مصافحہ کرے یا نرمی سے یوں کہہ دے کہ بھائی آج کے روز ہم مصافحہ نہیں کرتے۔

جواب:۔ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کا جو رواج ہے یہ بدعت ہے۔ دوسرے اوقات کی طرح اگر کسی وقت نئی ملاقات ہو تو مصافحہ کر لے ورنہ نہیں فی رد المختار۔

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوة بکل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوات ولانها من سنن الروافض

(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۱۱۸ ۔ ج ۱)

احقر عبدالکریم عفی عنہ الجواب الصحیح ظفر احمد عفا اللہ

عنہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کا فتویٰ

عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ ثابت نہیں

سوال :۔ عموماً عیدین (عید الفطر و عید الاضحیٰ) کی نماز کے بعد نمازی مسجد کے اندر ہی خطبہ اور دعا کے بعد ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے ہوئے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں کچھ لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں' کچھ رسم پوری کرنے کی غرض سے' اور کچھ سنت کی غرض سے مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں نمازیوں میں کچھ حضرات بزرگ بھی ہوتے ہیں ان کے متعلق اللہ والا ہونے کا حسن ظن بھی رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایسا کرنے سے فیض بھی حاصل ہوگا اور نیکیوں پر مدد ملے گی۔ وہ نہ اس کو رسم سمجھ کر پوری کرتے ہیں اور نہ ضروری سمجھ کر بلکہ نیک لوگوں کی عقیدت سے معانقہ کرتے ہیں۔ آیا یہ فعل سنت رسولؐ آثار صحابہؓ یا فتاویٰ ائمہ اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب :۔ دو مسلمانوں کی ملاقات کے وقت مصافحہ مسنون ہے۔ نیز کوئی شخص سفر سے آئے تو اس سے معانقہ کرنا بھی سنت سے ثابت ہے۔ ان دونوں مواقع کے علاوہ سنت نہیں لیکن اگر سنت سمجھے بغیر اتفاقاً بھی کرے تو گناہ بھی نہیں' اور سنت سمجھ کر کرے تو بدعت ہے۔ ہمارے زمانے میں چونکہ فرض نمازوں کے بعد مصافحہ اور عیدین کے بعد معانقہ کو سنت سمجھا جانے لگا ہے حالانکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت نہیں اس لئے علماء نے اس کو بدعت قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فی رد المختار قد یقال ان المواظبۃ علیہا بعد الصلوات خاصۃ قد یؤدی الجہلۃ الی اعتقاد سنیتہا فی خصوص ہذہ المواضع وان لہا خصوصیۃ زائدۃ علی غیرہا مع ان ظاہر کلامہم انہ لم یفعلہا احد من السلف فی ہذہ المواضع ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوات ولانہا من سنن الروافض اھ ثم نقل من ابن حجر من الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروھۃ لا اصل لہا فی الشرع وانہ ینبہ فاعلہا اولا ویعزر ثانیا الخ۔ (رد المختار ص ۲۴۴ ۔ ج ۵ ۔ باب الاستبراء وغیرہ' من کتاب الحظر والاباحۃ) ومثلہ فی عزیز الفتاوی۔ ص ۲۲۳ ۔ ج ۱) واللہ سبحانہ اعلم' احقر محمد تقی عثمانی عفا اللہ عنہ۔

عید کی مبارکبادی

فقہاء کرام کی تحقیق :۔ عید کی مبارک بادی کے متعلق علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ علیہ نے شامی جلد اول ص ۵۵۷ پر اور علامہ شیخ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ علیہ نے کبیری شرح منیتہ المصلی میں ص ۵۳۰ پر اور علامہ شیخ احمد طحطاوی رحمہ اللہ علیہ نے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ص ۲۸۹ پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ :۔

"عید کی مبارک باری کے متعلق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور ان کی اصحاب سے کچھ منقول نہیں نہ کراہت نہ غیر کراہت۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تاہم فی نفسہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے"۔

علامہ ابن الحاج مالکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "المدخل" میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے :۔

"عید کے دن ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو تقبل اللہ منا ومنک وغفر لنا ولک (اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے روزے اور نماز عید قبول فرمائے اور ہماری مغفرت فرمائے۔ کہنے کے متعلق ہمارے علماء میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں ان کے چار اقوال ہیں۔ جائز ہے' کیونکہ یہ دعائیہ جملہ ایک اچھا قول ہے مکروہ ہے' کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ مندوب ہے' کیونکہ یہ دعاء ہے اور ایک مومن کا اپنے مومن بھائی کو دعاء دینا مستحب ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ خود سے مبارک بادی نہ دے اگر کوئی دیدے تو جو کچھ وہ کہے وہی لوٹادے"۔

غور کرو! جب مذکورہ بالا بہترین دعا کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جب کہ اس کی ابتداء بہت پہلے ہوئی تھی تو "عید مبارک" جو بہت بعد کی پیداوار ہے جس میں دعا کا سا انداز بھی نہیں ہے بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے۔

(المدخل ص ۲۹۵ ۔ ج ۱۰)

اور الابداع میں یہ لکھا ہے :۔

"عید کی مبارک بادی میں اختلاف علماء ہے بعض کے نزدیک بدعت ہے اور بعض کے نزدیک نہ بدعت ہے' نہ سنت بلکہ مباح ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقبل اللہ منا ومنک کہنے کو مندوب فرمایا ہے۔ کیونکہ کچھ ضعیف اور کمزور آثار و اخبار اس سلسلہ میں منقول ہیں اور ان پر بحیثیت مجموعی عمل کیا جاسکتا ہے۔ نیز غم کے موقعہ پر تعزیت کے جواز سے بھی خوشی کے موقع پر مبارک بادی کا جواز نکلتا ہے"۔ (الابداع ص ۱۳۴)

ہمارے اکابرین میں سے حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ نے ہدایہ المقتدین کے ص ۷۰ پر ایک ضعیف اثر کی بنیاد پر عید کی مبارکبادی کو جائز اور باعث ثواب فرمایا ہے اور حضرت مفتی عبد الکریم رحمہ اللہ نے **الفضائل والاحکام للشہور والایام** میں دو شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔ فرماتے ہیں :۔

عید کے روز باہم ایک دوسرے کو اس لفظ سے تہنیت دینا کہ **تقبل اللہ منا ومنکم** یا اس کے ہم مضمون لفظ جیسے عید مبارک وغیرہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے بشرطیکہ بطور رسم کے پابندی کے ساتھ نہ ہو۔

(ص ۵۶۔ مطبوعہ مکتبہ تھانوی)

خلاصہ یہ ہے کہ عید کی مبارک بادی کسی صحیح اور مستند حدیث سے ثابت نہیں اور شروع ہی سے اس میں اختلاف ہے چنانچہ اس میں پانچ اقوال ہیں۔

○ جائز
○ مباح
○ مندوب
○ مکروہ
○ بدعت

لہٰذا اگر عید کی مبارکبادی تمام منکرات سے خالی ہو مثلاً نہ اس کو سنت سمجھا جائے اور نہ فرض اور واجب کی طرح ضروری اور نہ فرض و واجب کا سا اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ نہ ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جائے اور جب ملاقات ہو تو پہلے باقاعدہ مسنون سلام کیا جائے اس کے بعد **تقبل اللہ منا ومنک** یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ جیسے عید مبارک ہے تو جائز اور دعا ہونے کی بناء پر باعث ثواب ہے۔

لیکن اگر اس میں حد سے تجاوز کیا جائے مثلاً سنت سمجھا جائے یا فرض و واجب کی طرح اس کی پابندی کی جائے یا بطور رسم کے کیا جائے اور اس طرح اس کا جو درجہ ہے اس سے اس کو بڑھا دیا جائے تو پھر مکروہ ممنوع ہے۔

کیونکہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا ہے جو کام اپنی ذات میں جائز اور مباح ہو اس پر مداومت کرنے سے اگر عوام اس کو مسنون یا ضروری سمجھنے لگیں تو پھر وہ مکروہ اور ممنوع ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اب اس میں ایک ایسی بات کا اضافہ ہوگیا ہے جو دین میں سے نہیں ہے۔

شامی میں ہے :۔

ما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقد ونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ کذا فی الزاہدی (قولہ فمکروہ) الظاہر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین ما لیس منہ (ص ۲۴ ۔ ج ۱)

جب ہم عید کے موقع پر دی جانے والی مبارک بادی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ عید کی مبارک بادی ایک رسم بن گئی ہے اور اس میں متعدد قباحتیں شامل ہوگئی ہیں مثلاً :۔

○ عام لوگ فرض و واجب کی طرح اس کا التزام کرنے لگے ہیں جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو مطعون کرتے ہیں۔
○ عید کے دن عید کی مبارکبادی کی خاطر ملاقات کے

وقت سلام کرنا جو عظیم سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے اس کو بھی چھوڑ دیا جاتا ہے اور سلام کی جگہ صرف "عید مبارک" کہنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ جو سراسر دین میں تبدیلی اور حد سے تجاوز ہے۔

اس لئے ان قباحتوں کے ساتھ عید کی مبارکبادی قابل اجتناب ہے۔

عید کی سویاں

حدیث:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عیدگاہ طاق مرتبہ (یعنی تین پانچ سات 'نو) چھوہارے کھاکر تشریف لے جاتے تھے۔

تشریح:۔ علماء اور فقہاء رحمہم اللہ نے اس حدیث کو اور اس جیسی دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ عید الفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے طاق مرتبہ کھجور یا چھوہارے کھاکر جانا افضل ہے۔ اگر کھجوریں موجود نہ ہوں تو کوئی دوسری میٹھی چیز کھالے۔ میٹھی چیز بھی نہ ہو تو جو چیز بھی ہو وہی کھالے اور اگر بغیر کچھ کھائے پیئے کوئی شخص نماز عید کے لئے چلا جائے تب بھی کچھ گناہ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وندب ان یکون الماکول تمرا ان وجد وان یکون عدده وترا ...... ولو لم یاکل قبلها لا یاثم الخ ۔ قوله ویا کلهن وترا ..... ومن ثم استحب بعض التابعین ان یفطر علی الحلو مطلقا کالعسل .... فان لم یتسر التمر اکل حلوا غیره کما ذکرنا ۔ فان لم یتیسر تناول ما تیسر اھ (ص ۲۸۸ و۲۸۹) وکذا فی الشامی ص۵۵۶ ۔ ج۱)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شریعت میں کوئی خاص چیز معین ومقرر نہیں ہے وقت پر جو چیز بھی مل جائے کھالیں۔ کھجور یا چھوارے یا اور کوئی میٹھی چیز کھالینا بہتر ہے۔ یہ نہ ہو تو کوئی اور چیز خواہ وہ نمکین ہی ہو وہ کھالیں اگر کچھ نہ کھائیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا جب شریعت میں کوئی چیز معین نہیں تو ہمیں ہرگز یہ حق نہیں کہ اپنی طرف سے کسی خاص چیز کو مقرر کریں۔ اور اس کی ایسی پابندی کریں کہ اس کی خلاف ورزی کسی حال نہ ہو اور جو اس کا اہتمام نہ کرے یا اس سے منع کرے اس پر لعن طعن کریں۔ یہ بالکل خلاف شرع اور سراسر دین میں اضافہ ہے جس کو بدعت کہتے ہیں..... سویوں کی صورت حال کچھ اس طرح کی ہے کہ عام لوگوں نے ان کو عید کے دن پکانا ضروری سمجھ لیا ہے اور یہ عید کی ایک رسم بن چکی ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے..... لیکن اگر کوئی مومن عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری نہ سمجھے کبھی سویاں' کبھی حلوہ' کبھی کھیر' کبھی کوئی اور میٹھی چیز پکالیا کرے تو بلا شبہ جائز ہے۔ بہرحال کسی خاص چیز کو اس طرح مقرر کرلینا کہ اس کی خلاف ورزی نہ ہوسکے درست نہیں۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کے زمانہ میں دودھ اور چھواروں کا شیرہ بنانے کا رواج تھا جس طرح آج سویوں کا رواج ہے تو علامہ نے اس کی تردید کی اور اس کو بے اصل قرار دیا۔

عبارت یہ ہے:۔

واما ما یفعله الناس فی زماننا من جمع التمر مع اللبن والفطر علیه فلیس له اصل فی السنه۔

(بحر الرائق ص۱۵۸ ۔ ج۱)

اور سویوں کی رسم کے متعلق محقق وقت حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اصلاح الرسوم میں ص ۱۵۳ پر تردید فرمائی ملاحظہ ہو.....

عید الفطر کے دن سویاں پکانا فی نفسہ (اپنی ذات کے لحاظ سے) مباح ہے مگر لوگوں نے اس میں خرابیاں پیدا کرلی ہیں۔

(۱) اس کو ضروری سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اگر سویاں نہ پکائی جائیں تو گویا عید ہی نہیں ہوئی ایسے التزام واہتمام کا خلاف شرع ہونا اوپر مذکور ہوا ہے۔

(۲) اس پابندی کی نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اگر پاس خرچ' نہ ہو تو قرض لے کر گو سود ہی ملے ضرور اس کا اہتمام کرتے ہیں' اس کی نسبت ایک موضوع روایت مشہور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا منگاکر موٹیاں جمع کرکے سویاں پکائی تھیں۔ یہ محض تہمت ہے' کہیں ثابت نہیں الخ۔

اس کے علاوہ اور بھی مفاسد اور خرابیاں تحریر کی ہیں اور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے (کفایت المفتی ص ۲۵۸ ۔ ج ۳) پر لکھا ہے کہ سویاں کھانا کھلانا کوئی شرعی بات نہیں ہے۔ بہرحال اس کے رسم ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور شریعت سے جتنا ثابت ہو اور جس درجہ میں ثابت ہو اسی حد تک عمل کرنا چاہئے۔

دعا نماز عید کے بعد کیجئے

آخر میں یہ بھی عرض ہے کہ ہمارے یہاں عیدین میں نماز پڑھانے والے ائمہ اور خطباء اکثر خطبہ کے بعد دعا کرتے ہیں یہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے کیونکہ خطبہ کے بعد دعاء کرنا ثابت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری عیدین کی نماز کے بعد اور خطبہ سے پہلے دعاء مانگنے میں ہے لہٰذا اسی کو معمول بنانا چاہئے اور جو طریقہ سنت سے ثابت نہیں ہے اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

بعض خطیب یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ نماز عید کے بعد دعاء کرنے سے لوگ خطبہ نہیں سنتے۔ اول تو ان کا یہ عذر معتبر نہیں۔ کیونکہ عوام کی کوتاہی کی خاطر سنت چھوڑنا [illegible] المبارک کے آخری جمعہ میں اور نماز عید سے پہلے ہونے والی تقریر میں یہ مسئلہ عوام کو سلیقہ اور خوش اسلوبی سے بار بار سمجھایا جائے اور خطبہ عید سننے کی تاکید کی جائے تو وہ سمجھ جاتے ہیں اور اہتمام کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ یہاں دار العلوم کراچی میں الحمد للہ اس پر بحسن وخوبی عمل ہوتا ہے اور بعض کو کچھ علمی اشکالات ہوتے ہیں ان کے لئے علمی تحقیق تحریر ہے جو گذشتہ سال تخصص فی الفقہ دار العلوم کراچی کے فاضل مولانا محمد اقبال صاحب نے کی تھی۔ اور گذشتہ سال ۱۴۰۱ھ ماہنامہ البلاغ ذی الحجہ کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔

عیدین کے موقع پر دعاء کے سلسلہ میں دو باتیں تحقیق طلب ہیں

(۱) عیدین کے موقع پر اجتماعی دعا کا احادیث سے ثبوت ہے یا نہیں؟

(۲) اگر احادیث سے اس کا ثبوت ہے تو اس دعاء کا وقت کیا ہے آیا یہ دعاء نماز کے بعد ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد؟

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو احادیث میں عیدین کے موقع پر اجتماعی دعاء کا ثبوت ملتا ہے اور وہ روایات درج ذیل ہیں:

۱ ۔ عن ام عطیه قالت کنا نومران نخرج یوم العید حتی تخرج البکر من خدرها حتی تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرون تکبیرهم ویدعون بدعائهم یرجون برکة ذلک الیوم وطهرته۔

(اخرجه البخاری فی صحیحه ص ۱۳۲ ۔ ج۱)

۲ ۔ واخرج الترمذی عن ام عطیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الابکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض فیعتزلن المصلی ویشهدن دعوة المسلمین (الحدیث ص ۷۰) قال الترمذی حدیث ام عطیه حدیث حسن صحیح۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ان دونوں حدیثوں کو نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اس حدیث میں دعاء خطبہ مراد نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ خطبے میں صرف امام دعا کرتا ہے۔ سامعین دعا نہیں کرسکتے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حائض عورتیں عیدین میں مردوں کے پیچھے کھڑی رہتیں اور مردوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں اور ان کی دعا کرنا ثابت ہے اور یقیناً" نماز سے پہلے تکبیر ودعاء کا وقت نہیں۔ یقیناً" نماز کے بعد ہی دعاء کی جاتی تھی اور ترمذی میں اسی حدیث کے اندر یہ الفاظ ہیں:۔

ویشهدن دعوة المسلمین کہ عورتیں مسلمانوں کی

باقی صفحہ ۲۷ پر

صدقۃ الفطر

مولانا حمید اللہ چاٹگامی

رمضان کے روزے چونکہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہیں اور یہ اللہ کے نزدیک بہت محبوب اور پیاری عبادت ہے لہٰذا صدقہ فطر خاص نوعیت کے ساتھ رمضان کے بعد اس لئے واجب کیا گیا ہے تاکہ رمضان کے روزے میں روزہ داروں سے جو کچھ خطائیں اور لغزشیں ہوئی ہیں۔ صدقہ فطر ان کا کفارہ بن جائے اور یہ عظیم اور محبوب فریضہ بے لوث اور پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہو۔ کیونکہ صدقہ کی خاصیت یہ ہے کہ وہ گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ آگے ایک حدیث میں آرہا ہے۔ رمضان کے روزے آسمان وزمین کے درمیان اس وقت تک معلق رہتے ہیں جب تک صدقہ فطر ادا نہ کردیا جائے۔ دوسری طرف معاشرہ پر یہ نیک اثر پڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے فقیر اور مسکین طبقہ کے لوگ کم از کم عید کے دن اپنی روزی کے فکر سے مطمئن ہو کر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر نماز عید کے پیشتر ادا کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے۔

صدقہ فطر کے فضائل

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو بیہودہ اور فحش باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور فقراء ومساکین کو کھلانے کے واسطے صدقہ فطر لازم کیا ہے' لہٰذا جو شخص اس کو نماز عید سے پہلے ادا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول اور پسندیدہ صدقہ ہے اور جو نماز عید کے بعد ادا کرے گا تو وہ دوسرے صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے یعنی اس کا ثواب دوسرے صدقوں کے برابر ہے۔

(الترغیب والترهیب ص ۹۹۔ ج ۲)

(۲) ترجمہ:۔ جریرؓ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے روزے آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتے ہیں۔ یعنی آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جاتے مگر صدقہ فطر کے بعد۔

(الترغیب والترهیب ص ۱۰۵۔ ج ۳)

(۳) ترجمہ:۔ کثیر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کریمہ ... **قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی** کی شان نزول کے متعلق سوال کیا گیا جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا یہ آیت صدقہ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(الترغیب والترهیب ص ۱۰۵۔ ج ۲)

(۴) ترجمہ:۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع مقرر فرمایا ہے۔ کھجور سے یا ایک صاع جو سے (صاع ہمارے یہاں کے وزن کے حساب سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) ہر مسلمان مرد عورت چھوٹے بڑے آزاد اور غلام پر اور حکم فرمایا ہے کہ وہ نماز عید کے پیشتر ادا کیا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صدقہ فطر عید کے ایک دن یا دو دن پہلے ادا فرماتے تھے۔

(جمع الفوائد۔ ص ۱۳۵۔ ج ۱)

(۵) ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (صدقہ فطر) ایک صاع گیہوں کا دو شخصوں کی طرف سے چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام' مرد ہو یا عورت (سب کی طرف سے نصف صاع ہے۔ یعنی پونے دو سیر گندم ہے) تم میں سے جو غنی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پاک کردیتا ہے اور تم میں سے جو فقیر ہے اور پھر بھی فطرہ ادا کرے) تو اس نے جو کچھ دیا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ اس کو عطا فرماتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۰)

خلاصہ

(۱) صدقہ فطر ہر مسلمان عاقل وبالغ مرد وعورت پر واجب ہے جو اپنے رہائشی مکان اور خورد ونوش اور دیگر روز مرہ کی ضروریات زندگی کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو۔ اور صدقہ فطر میں زکوٰۃ کی طرح اس مالیت پر ایک سال گذرنا بھی شرط نہیں۔

(۲) اگر کوئی عیال دار آدمی ہو تو اس پر اس کے نابالغ بال بچوں کا صدقہ فطر بھی واجب ہے۔ بالغ بچوں کا صدقہ فطر باپ پر واجب نہیں۔ اسی طرح بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر واجب نہیں۔ لیکن اگر دیدے تو ادا ہوجائے گا۔

(۳) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت عید الفطر کے دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے' اس سے پہلے اگر کسی کا انتقال ہوگیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ اور جو لڑکا عید کی رات صبح صادق سے پہلے پیدا ہو۔ اس کی طرف سے باپ پر صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ اس کے بعد پورے سال ادا کرنے کا وقت ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کردیا جائے تاکہ فقیر اور محتاج لوگ مطمئن ہو کر نماز عید ادا کرسکیں۔ اگر کوئی عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ادا کردے تو بھی ادا ہوجاتا ہے۔

صدقہ فطر کی مقدار ہر شخص کی طرف سے پونے دو سیر گندم یا اس کے آٹے یا کشمش یا ان میں سے اس مقدار کی قیمت ادا کردی جائے۔ اگر کھجور یا جو سے صدقہ فطر دیا جائے تو ساڑھے تین سیر یا اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

صدقہ فطر کا وہی مصرف ہے جو زکوٰۃ کا ہے یعنی فقیر' مسکین وغیرہ۔ اس لئے غنی اور مالدار مالک نصاب کو جائز نہیں اور نہ کسی سید کو دینا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مال یا اجرت کے عوض میں دینا جائز نہیں۔ اور نہ کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر یا مرمت وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے۔

بہتر یہ ہے کہ صدقۃ الفطر اپنے ان عزیزوں اور پڑوسیوں کو دیا جائے جو بے حد ضرورت مند ہونے کے باوجود دست سوال دراز نہیں کرتے' ایسے آدمیوں کو پہلے سے ذہن میں رکھنا چاہئے۔

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے لئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ جس شخص کو دیا جارہا ہے اسے صدقہ کے نام سے دیا جائے بلکہ اسے ہدیہ' تحفہ یا عیدی کے نام سے بھی دیا جاسکتا ہے۔ ہاں دیتے وقت دل میں صدقۃ الفطر کی نیت کرلینی چاہئے

فطرہ کے احکام واصول

مفتی محمد ظفر اللہ خان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری دن میں فرمایا تم اپنے روزوں کا صدقہ فطر ادا کیا کرو اس کے بعد اس کی مقدار ظاہر کرتے ہوئے فرمایا صدقہ فطر ایک صاع جو یا چھوہارے یا کشمش اور آدھا صاع گندم ہے اور یہ ہر چھوٹے بڑے پر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ فطر روزوں میں لغو حرکات یا زبان سے نکلی ہوئی بے ہودہ باتوں کی تلافی کردیتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کے ذریعہ مسکینوں کی شکم پری کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔

(ابوداؤد' نسائی)

توضیحات احادیث پاک کی روشنی میں فقہائے کرام نے صدقہ فطر کے لئے جو احکام و اصول مستنبط فرمائے ہیں ان میں سے چند رہنما اصول درج ذیل ہیں۔

(۱) جس پر قربانی واجب ہوتی ہے اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ شخص صاحب نصاب زکوۃ ہو اگر یہ مساوی صاحب نصاب ہے تب بھی اسے صدقہ فطر دینا ہوگا۔

(۲) حدیث پاک میں چار چیزیں صدقہ فطر کی ادائیگی میں معیار قرار دی گئی ہیں۔ (۱) گندم (۲) جو (۳) چھوہارے (۴) کشمش۔ گندم نصف صاع باقی تینوں اشیاء ایک صاع ادا کی جائیں گی۔ یہ اجناس سالم ادا کی جائیں یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت جو بھی بنتی ہو صدقہ کی رقم اس کے اعتبار سے دے دی جائے محتاجین کی رعایت و سہولت کی خاطر قیمت ادا کرنا افضل ہے۔

(۳) صدقہ فطر اپنی اور اپنی کمسن اولاد کی طرف سے ادا کرنا ہے۔ والدین، دادا، یا نانا، نانی جو اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں کے ساتھ کھاتے اور رہتے ہوں۔ ان کا صدقہ فطر ان کے پوتے و نواسے نہیں ادا کریں گے اس لئے کہ یہ ان کی عیال میں شامل نہیں۔ وہ اپنا صدقہ فطر خود ادا کرنے کے پابند ہیں۔

(۴) بیوی و بڑی عمر کی اولاد کا صدقہ فطر دینا شوہر یا اس کے باپ پر لازم نہیں ہے اگر کوئی شخص استحساناً ان کا صدقہ دے دے تو ادا ہو جائے گا۔

(ہدایہ)

علی ہذا چھوٹے بہن بھائی جو اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کھاتے پیتے ہوں اور رہتے ہوں ان کا صدقہ بھی اس پر واجب نہیں۔

(۵) جو لوگ زکوۃ لینے کے حقدار ہیں وہی صدقہ لینے کے بھی مستحق ہیں کسی ایک مسکین کو بہت سے لوگوں کا صدقہ فطر دیا جائے یا بہت سے مسکینوں کو ایک کا صدقہ دیا جائے جائز ہے۔

(۶) کسی پر صدقہ فطر واجب ہو اور وہ عید کی شب میں فوت ہو گیا تو اس کے مال میں سے بلا اجازت ورثہ صدقہ فطر دینا درست نہیں۔ ورثہ اجازت دیدیں تو صدقہ ادا کر دیا جائے۔

(۷) کسی نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے صدقہ فطر یا قسم توڑنے کا کفارہ (جو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے) یا فلاں نذر جو اس نے مانی تھی ادا کر دی جائے۔

تو فقہ حنفی کی رو سے نہیں کی جا سکتی۔

(۸) صدقہ فطر سے کسی بھی ملازم کی تنخواہ نہیں دی جا سکتی۔ کسی میت کی تجہیز و تکفین نہیں کی جا سکتی۔ کسی مسجد کی تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ مسجد کے موذن یا امام کو ملازمت کے معاوضہ میں بھی صدقہ فطر ادا نہیں کیا جا سکتا ہے اسی

باقی صفحہ ۲۷ پر

اسلام میں نظام حکومت کا تصور

محمد سلیم ملک

ادیان میں سب سے بہتر دین، مذاہب میں سب سے عمدہ مذہب "مذہب اسلام" نے انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں ایسے زریں اصول بیان فرمائے ہیں جن پر چل کر انسان حقیقی کامیابی و نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خواہ وہ شعبہ عبادات کا ہو، عقائد کا ہو یا معاشیات کا ہو۔ ایسے ہی اس دین فطرت نے نظام حکومت و امارت و خلافت و سیاست کے بارے میں بھی ایسے اصول وضع فرمائے ہیں جو مؤید بالوحی ہے۔ اسلام نے سیاست و حکومت کو دین کا ایک شعبہ قرار دیا ہے۔ اس مسئلے کے بارے میں کہ دین و سیاست کا آپس میں کیا تعلق ہے تین گروہ معرض وجود میں آئے۔

۱۔ وہ لوگ جو سیاست کو مذہب سے بالکل کلیتاً" الگ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو سیکولر اور ان کے نظام کو سیکولر ازم کہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ دنیا دین کے معاملے میں اور دین دنیا کے معاملے میں بالکل دخل نہ دے۔

۲۔ مسلمانوں میں سے بعض نے اس سیکولر ازم کی تردید میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ اتنا مبالغہ کہ انہوں نے پورے دین کو سراپا سیاست بنا دیا، ان کی زندگیوں کا مقصد صرف اور صرف حکومت لینا بن گیا۔ اس سوچ و فکر و نظریے سے دو بڑی خرابیاں لازم آئی ہیں۔ نمبر۱۔ عبادات مقصود بنفسہ نہ رہی بلکہ ایک اعلیٰ مقصد یعنی حکومت کے حصول کا ذریعہ بن گئی کہ نماز اس لئے ہے تاکہ اس کے ذریعے امیر کی اطاعت کا مادہ پیدا ہو۔ زکوۃ اس لئے تاکہ اس کے ذریعے غریب کارکنوں کی امداد ہو۔ روزہ اس لئے تاکہ بھوک و تکالیف پر برداشت کا مادہ پیدا ہو تاکہ باطل سے مقابلہ کرنے میں آسانی رہے۔ نمبر۲۔ جو چیز آلہ اور وسیلے کی حیثیت اختیار کر جائے تو اس کے ساتھ انسان کا قلبی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ صرف عادی تعلق باقی رہ جاتا ہے تو پھر قرآن پڑھنے، دعا مانگنے سے قلبی کیفیات پیدا نہیں ہوتی۔ تلاوت قرآن کا وہ اثر جو مشرکین کے قلوب کو ہلا ڈالتا ہے ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے مقصد کہیں جانا ہو سواری گندی ہی کیوں نہ ہو اس سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے گندا ہونے کی کوئی پرواہ نہ ہوگی لیکن اگر مقصود یہی سواری بن جائے اسے خریدنا پڑ جائے تو اس کے گندہ ہونے کا اثر اس پر پڑے گا کہ کوئی کیا کہے گا اتنی خراب و گندی گاڑی خریدی ہے۔ ہر وقت اسے چمکانے میں مصروف رہے گا۔ ایسے ہی جب نماز، روزہ، حج، زکوۃ مقصود بنفس سہانہ رہے گی تو ادا کرنے میں مزہ نہیں آئے گا۔ یہ پرواہ نہ ہوگی کہ یہ عبادات کیسے ادا ہو رہی ہیں نہ اس کے شرائط و آداب کا خیال رہے گا نہ کچھ۔ یہ سیکولر ازم والے جو دین کا دخل سیاست میں بالکل برداشت نہیں کرتے۔ یہ دین کو بالکل نہیں مانتے ہیں مانتے بھی ہیں تو انفرادی زندگی میں۔

۳۔ ہمارے ہاں اب ایک تیسرا طبقہ بھی وجود میں آگیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ سیاست و دین ایک تو ہے مگر دین کو سیاست سے اور دینداروں کو سیاست سے الگ رہنا چاہئے۔ حکومت میں خواہ جو بھی آئے جیسے کہ تجارت دین سے ہے ایسے ہی سیاست بھی دین سے ہے مگر یہ نہیں ہے کہ تجارت سراپا دین ہے اور سیاست سراپا دین ہے۔ ان تینوں طبقوں کی سوچ غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ دین و سیاست میں کوئی منافات و تضاد نہیں۔ جب سیاست کو سیاست نبویہ و خلفائے راشدین کی طرز پر کریں کہ سیاست کا مطلب مقصد رعایا کے حقوق کی رعایت و حفاظت و خیال رکھنا ان کی اصلاح کے لئے جو اقدام مناسب ہوں کرنا انہیں کفار کے دست و برد سے محفوظ رکھے اور حکومت و امارات کوئی اسلام کے منافی نہیں ہے جب حکومت و خلافت علی منہاج النبوۃ ہو بلکہ ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دو اعلیٰ مقاصد کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ نمبر۱۔ عبادت کے لئے۔ (ترجمہ) اور ہم نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے تاکہ وہ ہماری (ہی) عبادت کرے۔ نمبر۲۔ خلافت کے لئے۔ (ترجمہ) جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے تحقیق میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا ایک خلیفہ (بقرہ آیت ۳۰ پارہ نمبر ۱)۔ وہ لوگ جنہیں اللہ نے حکومت عطا کی ہے زمین میں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ نماز کا فریضہ قائم کریں اور زکوۃ دیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہیں۔ (الحج آیت نمبر ۴۱ پارہ ۱۷) نمبر۳۔ (ترجمہ) بے شک اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کہ انہیں خلافت عطا کرے گا جیسے کہ خلافت ارضی پہلے والوں کو دی اور جمادے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ڈر کے بدلے امن (النور آیت ۵۵ پارہ ۱۸)

کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں عبادات اس وقت تک صحیح طریقے سے ادا نہ ہوگی اور اس میں لطف و لذت نہ ہوگی جب تک عبادات میں یکسوئی نہ ہو اور یکسوئی تب ہوگی جبکہ عابد کو ذہنی و جسمانی، مالی و جانی تحفظ ہو اور تحفظ تب ہی ملے گا جبکہ اسے اعلانیہ عبادات کی اجازت ہو کسی قسم کی پابندی اس پر نہ ہو اور پابندی لگانے والی انتظامیہ و حکومت ہوتی ہے زکوۃ کی ادائیگی تب ہی ممکن ہوگی جبکہ مال اس کی شخصی ملکیت میں ہو ورنہ حکومت اگر کمیونسٹوں کی ہو جن کے ہاں شخصی ملکیت کا تصور بھی نہیں ہے تو زکوۃ کے حکم پر کیسے عمل کرے گا حج کی سعادت تب ہی حاصل کر سکے گا جبکہ راستہ پر امن ہو اور راستوں کو پر امن بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ بغیر حکومت کے اسلام اپنی

مل صورت و شکل میں سامنے آہی نہیں سکتا تاکہ لوگ اس کی برکات و فوائد سے مستفید ہوں۔ اسلام صرف عبادات ہی کا نام نہیں۔

اسلام کا ایک انمول باب حدود و قصاص کا ہے اور اس کا نفاذ بغیر حاکم کے ممکن نہیں۔ معاشیات کا مسئلہ بھی اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو حرام کمائی سے بچا کر حلال آمدن کے مواقع فراہم کرے۔ مذہب کے ساتھ حکومت کا گہرا تعلق ہے۔ عیسائی کہتے تھے کہ دین صرف گرجا میں ہے بازار میں صرف دنیا ہے۔ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانوں میں سے ایک بیش بہا احسان ہے کہ آپ نے تشریف لا کر اپنی سنہری تعلیمات کے ذریعے دین و دنیا میں فرق کو مٹا دیا۔

اسلام سے قبل حکومت و امارت کے تین قسم کے نظام رائج تھے (اب بھی ہیں)

۱۔ بادشاہی نظام۔ کہ باپ کے بعد بیٹا' اس کی خرابی کسی بھی اہل عقل و علم پر پوشیدہ نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا ہی بادشاہ بنتا خواہ جیسا بھی ہو۔ اہل ہو نہ ہو اور ولی عہد ایک ہی بیٹا بنتا باقی بیٹے اس کے حریف بن جاتے پھر نہ ختم ہونے والا جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

۲۔ ڈکٹیٹر شپ۔ ڈکٹیٹر جو اپنی مرضی آزمائے کسی سے مشورہ نہ لے۔ اب ڈکٹیٹر کی رائے کی وجہ سے عوام مصائب کے طوفان میں پھنسے یا ان کا بیڑا پار ہو۔

۳۔ جمہوری نظام۔ کہ اکثریت جس طرف ہو اس کی بات کا اعتبار ہوگا۔ اکثریت کسی مسلمہ برائی کو صحیح قرار دے دے تو ٹھیک ہوگا یعنی جمہوریت میں سروں کو تولا نہیں گنا جاتا ہے۔ اسلام میں تولا جاتا ہے۔

اسلام نے آکر ایک بڑا چوتھا عادلانہ و منصفانہ نظام پیش کیا۔

وہ ہے شورائی نظام۔ پھر اس کے لئے کچھ اصول و مواضع بھی وضع کئے۔

نمبر۱۔ ان الحکم الا اللہ۔ کہ حکم و نظام صرف اللہ کا چلے گا۔ سب کچھ اللہ و رضاء اللہ کی خاطر کیا جائے گا۔ نمبر۲۔ امام کا تقرر کرنا واجب ہے شرعاً۔ نمبر۳۔ امام و امیر کو مقرر کرنا اہل علم و اہل رائے کا کام ہے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کدو کریلے کا کام نہیں کیونکہ اسلام میں سروں کو تولا جاتا ہے گنا نہیں جاتا۔ نمبر۴۔ جو عہدے کا طلبگار ہوگا اسے عہدہ نہیں دیا جائے گا۔ اس پر متعدد احادیث وارد و شاہد ہے۔ نمبر۵۔ جو حکومت و امانت امام کو دیں گے یہ اس کا حق نہیں ہوگا کہ جیسے مرضی ہو کرے سرکاری خزانے کو لٹائے۔ بلکہ یہ منصب مسئولیت کے درجے میں ہوگا کہ ہر ایک کا حق ہوگا کہ اس سے پوچھ سکے۔ نمبر۶۔ امام اپنا نظام مشورے سے چلائے گا اہل شوریٰ اہل علم و دانش ہوں گے۔ امام مشورہ سب سے لے گا مگر مانے گا اسے جسے دلیل کے ساتھ حق جانے۔ نمبر۷۔ امام اسے مقرر کریں گے جس کے اندر اسلامی صفات ہوں۔ علم' عدل' صاحب الرائے ہو' حواس صحیح ہوں' اعضاء صحیح ہوں'

دلیر و نڈر ہو' امام' امیر و حاکم کی صفات حضرت حسن بصری کے مکتوب سے صحیح واضح ہوتی ہیں۔ جو انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ بننے پر ان کو فرمائش پر لکھ کر بھیجا۔ اس میں آپ رقمطراز ہیں۔ اے امیرالمومنین واضح ہو کہ اللہ نے امام عادل کو ہر ٹیڑھے کو سیدھا کرنے والا ہر کج رو کو سیدھی راہ پر لانے والا ہر فاسد کی صلاح ہر ضعیف کی قوت ہر مظلوم کے لئے انصاف ہر غمزدہ کے لئے ملجاء و ماویٰ بنایا ہے۔ امام عادل مثل چرواہے کے ہے جو اپنے ڈھوروں پر نہایت شفیق و مہربان ہوتا ہے۔ ان کے لئے عمدہ چراگاہیں تلاش کرتا ہے (مسلم نوجوان کے لئے عمدہ چراگاہیں کفار کے ممالک ہیں کہ جہاں وہ چڑھائی کر کے اسلام کا بول بالا کریں اور مال غنیمت سے اپنے معاشی حالات سدھاریں) درندوں سے حفاظت کرتا ہے گرمی و سردی کی تکلیفوں سے بچاتا ہے اور امام عادل مثل باپ کے ہے جو اپنی اولاد کی ہر طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ اولاد چھوٹی ہوتی ہے تو ان کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے سیانی ہو جاتی ہے تو ان کو تعلیم دیتا ہے اپنی زندگی بھر ان کے لئے کماتا ہے اور مرتے وقت ان کے لئے سب کچھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور امام عادل شفیقہ اور مہربان ماں کی طرح ہے جس نے اپنے بچے کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور بچپنے سے اس کو طرح پالتی ہے کہ اس کے جاگنے سے خود بھی جاگتی ہے اور اس کے سکون سے سکون پاتی ہے۔ کبھی اس کو دودھ پلاتی ہے کبھی چھڑاتی ہے اس کی عافیت سے مسرور ہوتی ہے اور اس کی بیماری سے غمگین اور امام عادل کو یتیموں کا رکھوالا ہونا چاہئے ناداروں کے لئے ذخیرہ کرنے والا ان کے چھوٹوں کی پرورش کرتا ہے اور بڑوں کے نان و نفقہ کا بار اٹھاتا ہے اور امام عادل پسلیوں کے درمیان دل کی طرح ہے کہ اس کے درست ہونے سے تمام اعضاء درست رہتے ہیں اور اس کے خراب ہونے سے خراب ہو جاتے ہیں اور امام عادل قائم بین اللہ و بین العباد ہوتا ہے۔ اللہ کا مطیع ہوتا ہے بندوں کو اس کی اطاعت کی طرف لاتا ہے۔ پس اے امیرالمومنین اللہ نے جن چیزوں کا تجھے مالک بنایا ہے اس میں اس غلام کی طرح نہ ہو جانا جس کو اس کے آقا نے امین سمجھ کر اپنے مال کی حفاظت چاہی اور اس نے مال کو بکھیر دیا اور اہل و عیال کو دھتکار کر بھگا دیا۔ پس گھر والوں کو محتاج اور مال کو تاراج کر دیا۔

امیرالمومنین واضح ہو کہ اللہ نے منکرات و فواحشات سے روکنے کے لئے کچھ حدود و احکام نازل کئے ہیں۔ سو اگر والی حدود ہی بدکاریاں کرنے لگے تو خدا اس کو کیوں نہیں عذاب میں مبتلا کرے گا اور اللہ نے فریضہ قصاص نازل کیا ہے جو بندوں کے لئے باعث حیات ہے اب اگر والی قصاص ہی ظلماً" قتل کرنے لگے تو اللہ اس کی پکڑ کیوں نہیں کریں گے۔

اے امیرالمومنین۔ موت اور مابعد الموت کی مصیبتوں کو اور اس موقع پر بے یار و مددگار ہونے کو یاد رکھ اور موت و مابعد الموت سے فزع اکبر تک کے لئے زاد راہ حاصل کر اور یاد رکھ کہ جس جہاں میں اس کے علاوہ تیرا ایک اور گھر ہے جس میں تجھے عرصہ دراز تک رہنا ہے تجھے تیرے دوست و احباب ایک گڑھے میں ڈال کر علیحدہ ہو جائیں گے۔ پس وہ سامان جو اس دن تیرے ساتھ رہے گا۔ جس دن ہر شخص اپنے بھائی' ماں' باپ' بیوی' اولاد سے کنارہ کش ہو جائے گا' اس کے حصول کی کوشش کر۔

رمضان المبارک

مبارک بقاءپوری

یہ رمضان ہے برکتوں کا مہینہ
ہے عرش بریں تک رسائی کا زینہ

نہ یہ بحر عصیاں میں ڈوبے الٰہی
بہت ناتواں ہے ہمارا سفینہ

تلاوت ہو قرآن کی بھی بکثرت
یہ ہے رحمتوں برکتوں کا دفینہ

نہیں صرف روزہ غذا روح کی ہی
بدن کی شفا کا بھی ہے یہ خزینہ

شب قدر انعام اس ماہ کا ہے
ملے خوش نصیبی سے ہی یہ نگینہ

نہ روزے سے ہو دوسروں کو بھی روکے
وہ شکل انسان میں شیطان کمینہ

مبارک کی بھی اس مہینے میں سن لے
اسے ہے تمنائے دید مدینہ

پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری کے قلم پر
جریدہ "الاشرف" کے لئے تحریر کیا گیا۔

پاکستان اس وقت جن مسائل سے دوچار ہے وہ اتنے زیادہ ہیں کہ شاید درست طور پر گنتی میں بھی نہ آسکیں جن میں چند بڑے بڑے یہ ہیں۔

غربت' بے روزگاری' جہالت' سیاسی ہاتھاپائی' انتظامیہ کی نااہلی' لوٹ کھسوٹ' ظلم و ستم' رشوت' جھوٹ' منافقت' حکمرانوں کی بے حسی اور اقتدار پرستی' سیاسی جماعتوں کی کثرت' فرقہ واریت' اور قوم پرستی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واقعی ملک کو درپیش مسائل ہیں۔

بلاشبہ مندرجہ بالا مسائل ایسے ہیں جنہوں نے تباہ کن اثرات کی بناء پر عفریتوں کی شکل اختیار کرلی ہے ان میں سے ہر مسئلہ دوسرے سے بڑھ کر ہے۔

میری ناقص سوچ کے مطابق اس میں سے کسی ایک مسئلے کو اگر ملک کو درپیش سب سے بڑا مسئلہ قرار دے دیا جائے تو ظاہر ہے کہ بہت سے مسائل رہ جائیں گے اور جب اس ایک مسئلے کو ختم کرنے پر زور دیا جائے گا تو بہت سے مسائل کا ایک مجموعہ تو پھر بھی پیچھے بچ جائے گا جو یقیناً "اجتماعی شکل میں اس ایک بڑے مسئلے کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ کر ایک مسئلہ بن جائے گا۔ جو ملک میں رہ جائے گا لہٰذا کیوں نہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ ان مسائل میں سے کوئی بھی پیچھے نہ بچے بلکہ تمام کے تمام کا احاطہ ہو جائے۔

اس اصول کو طے کر کے جب میں آگے پیچھے اور دائیں بائیں نظر دوڑاتا ہوں تو یہ ایک انکشاف ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک مسئلہ ملک کو درپیش مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت سب سے بڑا مسئلہ تو دوسرا ہے جسے "ام المسائل" (کہنا قطعاً) بے جا نہ ہوگا یہ تمام مسائل اسی ایک مسئلے کی کوکھ سے جنم لے کر آئے ہیں۔ وہ مسئلہ ہے "فرنگی نظام کا وجود اور اسلامی نظام کا عدم وجود"

یہ وہ سنگین ترین مسئلہ ہے جس نے باقی تمام کے تمام مسائل کو جنم دیا ہے۔ لہٰذا یہ سوچنا کہ ان مسائل پر موجودہ نظام کی موجودگی میں قابو پالیا جائے گا یہ میری ناقص سوچ کے مطابق محال ہے یقیناً" کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نظام تو ان ممالک میں بھی رائج ہے جس سے ہم نے امپورٹ کیا ہے تو پھر وہاں کیوں یہ مسائل پیدا نہیں ہوتے؟ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی وضاحت بھی ساتھ ہی ساتھ کرتا چلوں۔

ہمارے سامنے ایک خوش حال یورپ کا تصور ہر وقت ہوتا ہے سطحی نظر رکھنے والے ہر شخص کا یہی خیال ہوتا ہے کہ یورپ کے کسی بھی ملک کو کوئی بھی مسئلہ درپیش نہیں ہے حالانکہ ماضی کا وہ برطانیہ جس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا ہے اور موجودہ سپر پاور امریکہ سمیت ہر مغربی ملک بدترین بحران سے گزر رہا ہے۔

ان ممالک کی خوشحالی کا راز ان کی وہ نو آبادیاتیاں تھیں جو بزور بازو ان کی زیر نگیں رہیں یورپ نے پوری دنیا کو بالعموم اور بالخصوص مسلم دنیا کو بندر بانٹ کا نشانہ بنایا اور وہاں کے خزائن و وسائل کو دونوں ہاتھوں سے خوب لوٹا امریکہ سے لے کر برطانیہ تک ہر بڑے مغربی ملک نے ہر اس چیز کو اپنے ہاں منتقل کرلیا جسے مادی دنیا میں قدر و قیمت حاصل تھی آج مغرب نے ان نو آبادیاتیوں کو اگرچہ آزادی دے دی ہے مگر سب کچھ لوٹ لینے کے بعد اور یوں یہ معزز اور محترم بین الاقوامی ڈاکو آج اسی لوٹ مار کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی دولت کے بل پر قدرے خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر اب ایسا بھی نہیں رہا۔ وہاں کے نظام میں دراڑیں پڑنے لگی ہیں۔ مثلاً" امریکہ کے صدارتی الیکشن کو لے لیں جارج بش کو بل کلنٹن کے مقابلے میں شکست ہو چکی ہے۔ حالانکہ امریکی نظام پر بہت زیادہ اور گہری نظر رکھنے والا شاید یہ واحد صدر تھا کیونکہ اس

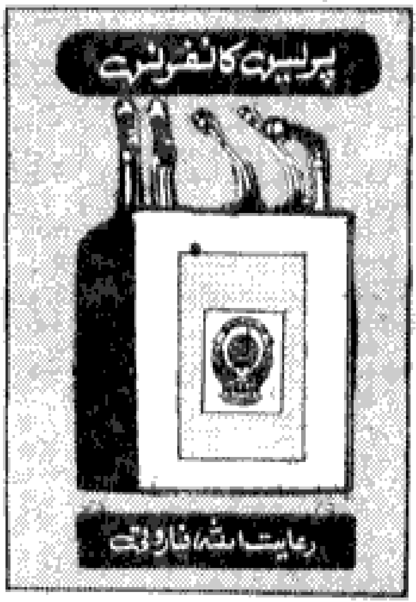

قبل جتنے صدر گزرے ہیں ان کا تعلق امریکہ کی عام زندگی سے رہا ہے۔ دو مرتبہ امریکی صدر رہنے والے رونالڈ ریگن کو لے لیں وہ "اداکار" تھا فلمی دنیا سے اٹھ کر آیا اور دو مرتبہ امریکہ کی کرسی صدارت پر بیٹھا۔ بش کا مسئلہ مختلف تھا۔ وہ شروع میں امریکن ایئر فورس میں پائلٹ رہا دوسری جنگ عظیم میں حصہ لے چکا ہے وہاں سے یہ امریکہ کی فارن سروس میں آیا اور اقوام متحدہ سے لے کر چین تک میں امریکہ کا سفیر رہا پھر وہاں سے مزید اونچی پرواز اڑا اور امریکہ کے بدنام خفیہ ادارے سی آئی اے کا سربراہ بنا جو دنیا بھر میں ملکوں کے تختے تک الٹ دیتا ہے اس کے بعد رونالڈ ریگن کا نائب بنا یعنی امریکہ کا نائب صدر رہا اس کے بعد امریکہ کی صدارت تک جا پہنچا۔
اتنا زبردست تجربہ رکھنے والا بش شکست سے دوچار ہوا۔ آخر ... ایسا کیوں ہوا؟؟

بین الاقوامی سیاست پر نظر رکھنے والے اس کی وجہ بے روزگاری اور معاشی عدم استحکام بتاتے ہیں اور یہ دونوں مسائل پاکستان کو درپیش مسائل میں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح برطانوی وزیراعظم مارگریٹ تھیچر کی حکومت کی ناکامی کی وجہ بھی بے روزگاری بتائی گئی۔

بہرکیف اسی طرح ہر یورپی ملک بلکہ ہر کفریہ ملک کو اگر ہم دیکھیں تو وہ ہمیں کسی نہ کسی بحران سے دوچار نظر آتا ہے اور یہ صرف انسانی اذہان کے تخلیق کردہ نظاموں پر چلنے اور عمل کرنے کی بناء پر ہے۔

اسی طرح مسلم دنیا میں صرف ایک پاکستان ہی پر کیا موقوف پورے عالم اسلام ہی کو دیکھ لیجئے جو اس وقت تاریخ کے رسوا کن اور ذلیل ترین حالات سے دوچار ہے کیونکہ یہاں بھی اسلام سے دوری اور فرنگی تقلید میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ہونا تو چاہئے کہ پورے عالم اسلام بلکہ پوری دنیا پر اس نقطہ نظر سے بحث کی جائے مگر اس سے بحث بھی طویل ہو جائے گی اور موضوع سے بھی روگردانی ہوگی۔

لہٰذا آیئے صرف پاکستان کو موضوع بحث بنائیں میں نے گزشتہ سطور میں عرض کیا کہ بڑا مسئلہ "فرنگی نظام کی موجودگی اور اسلامی نظام کی عدم موجودگی" ہے بقیہ تمام مسائل اسی ایک مسئلہ کی کوکھ سے نکلے ہیں۔ کیسے؟؟ یہ جاننے کے لئے آیئے ذرا تفصیل میں جائیں اور بعض مسئلوں کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیں۔

غربت

یہ انتہائی اہم اور نازک مسئلہ ہے کہتے ہیں کہ اگر کسی ملک کو توڑنا اور غیر مستحکم کرنا ہو تو اس کی معیشت پر ضرب لگاؤ اور ملک کو معاشی عدم استحکام سے دوچار کردو۔ یہ تو ایک حربہ ہے جو ایک دشمن ہی اپنے دشمن ملک کے لئے استعمال کرتا ہے ہمارے یہاں معاملہ الٹا ہے ہمارے اپنے ہی ہمیں تباہ کرنے کے لئے اس کلیئے پر عمل پیرا ہیں۔

اس وقت حکومتی سطح پر ہمارا یہ حال ہے کہ حکومت ۲۲ ارب ڈالر کی مقروض ہے۔ پاکستان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ پیدا ہوتے ہی پانچ ہزار روپے کا مقروض ہو جاتا ہے جو اس نے یورپ کو ادا کرنے ہیں۔

اسلام کا قانون تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ہر شہری کو روزگار فراہم کرے اور اگر کسی شخص کے لئے روزگار میسر نہ ہو تو پھر بیت المال سے اس کے لئے وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور وہ اسے تاوقتیکہ ملتا ہے جب تک اسے روزگار نہ مل جائے اسی طرح سے بچوں کے لئے بھی بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے ملک کی طرف نظر کرتے ہیں تو یہاں کسی بالغ شخص کو روزگار فراہم کرنا یا روزگار کی عدم دستیابی کی صورت میں وظیفہ فراہم کرنا تو دور

کی بات یہاں تو وہ ننھے اور معصوم بچے جن کی عمریں تعلیم حاصل کرنے اور مستقبل میں ملک و ملت کا معمار بننے کی ہیں ان بچوں کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی واضح پروگرام نہیں اور ہمارے ملک میں تو ایسے معصوم بچے لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو انتہائی کم سنی میں محنت مزدوری میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ وہ ایک اسلامی ملک کے نونہال ہیں اسی اسلام سے ان کا تعلق ہے جس نے حکومت وقت کو پابند کیا ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرے۔ آیئے قارئین روزنامہ جنگ لاہور کے توسط سے آپ کی ملاقات چند ایسے ہی معصوم بچوں سے کرواؤں۔

"لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب آٹھ سالہ عمران سموسوں کی ریڑھی پر کام کرتا ہے۔ عمران نے بتایا کہ وہ صبح چار بجے اٹھتا ہے صبح ناشتے کی ریڑھی پر کام کرتا ہے اور شام کو سموسوں کی ریڑھی پر۔ اسے پچیس روپے یومیہ ملتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ اسے گاؤں بہت یاد آتا ہے مگر غریبی کی وجہ سے نہیں جا سکتا۔"

...O...

"ریلوے اسٹیشن کے قریب بہادر خان چپس اور ٹافیاں بیچتا ہے اس نے بتایا کہ وہ صبح چھ بجے سے رات آٹھ بجے تک گھوم پھر کر چپس اور ٹافیاں بیچتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ مردان سے یہ کام کرنے کے لئے آیا ہے۔"

...O...

"آپ بارہ سالہ شہزاد سے ملتے ہیں وہ الیکٹرک اینڈ گیس ویلڈنگ کا کام کرتا ہے اسے یہ کام کرتے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں۔ جب اس نے یہ کام شروع کیا تو وہ مصری شاہ اسکول میں تیسری جماعت کا ذہین ترین طالبعلم تھا مگر حالات نے اسے مزید تعلیم کی اجازت نہ دی۔"

...O...

"ایک معذور بچے غلام حیدر نے بتایا کہ معذوری کے باوجود وہ صبح اسٹیشن پر آتا ہے اور شام کو پیسے لے کر گھر جاتا ہے وہ مجبوراً ایسا کرتا ہے کیونکہ جس دن وہ پیسے نہ کمائے گھر میں کھانا نہیں پکتا۔"

(روزنامہ جنگ لاہور)

قارئین یہ تو تین بچوں کے انٹرویو تھے ایسے بچوں کی تعداد کیا ہے؟ اس سوال کا جواب برطانوی اخبار "اسٹار" اپنی ایک رپورٹ میں یوں دیتا ہے۔

"پاکستان میں تیس لاکھ بچے جبری مشقت کر رہے ہیں ہر تین گھنٹے بعد ان بچوں میں سے ایک مرجاتا ہے زیادہ تر بچوں سے اینٹوں کے بھٹوں اور قالین سازی کا کام لیا جاتا ہے۔"

یہ تو برطانوی اخبار ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے مبالغے اور جھوٹ سے کام لیا ہوگا۔ اس لئے گھر کے اندر کے فرد کی سن لیجئے۔

"پنجاب مزدور یونین کے جنرل سیکریٹری احسان اللہ خان کے اخباری بیان کے مطابق پاکستان میں پانچ سال سے چودہ سال کی عمر تک کے پچھتر لاکھ بچوں سے جبری مشقت لی جاتی ہے جن میں پینتیس فیصد لڑکیاں بھی شامل ہیں۔"

(جنگ لاہور)

اور ایک پاکستان ہی کیا اس گندے نظام کی وجہ سے پوری دنیا میں بچوں کا یہی حشر ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسف کے مطابق دنیا بھر میں غربت کی وجہ سے سالانہ اکیس ہزار بچے مرجاتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں ۲۰۰ ملین بچے تعلیمی سہولتوں سے محروم ہیں۔ یورپ کا سب سے بڑا ملک بلکہ دنیا میں رائج اس گندے نظام کا امام یعنی امریکہ جسے خوشحالی اور ترقی کی کہکشاں سمجھا جاتا ہے اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق وہاں پر بچوں کی صورتحال کچھ یوں ہے کہ امریکہ میں پینتالیس لاکھ بچے خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ جبکہ نوے لاکھ طبی سہولتوں سے محروم ہیں اور پچاس لاکھ بچوں کو زندگی گزارنے کے لئے سخت محنت کرنا پڑتی ہے جبکہ ہمارے پڑوس میں واقع دنیا کی سب سے بڑی "جمہوریہ" کا حال اس رپورٹ کے مطابق یہ ہے کہ بھارت میں چار کروڑ سے دس کروڑ بچے اپنا اور اپنے والدین کا پیٹ پالتے ہیں۔ پچاس لاکھ بچوں کو ان کے والدین سو اور دو سو روپے کے قرض کے عوض گروی رکھوایا ہوا ہے۔

یہ وہ صورتحال ہے جس سے بچے دوچار ہیں اور چونکہ یہ انسانی ذہن کے اختراعی نظام کی وجہ سے ہے اس لئے اس سے امریکہ بھی محفوظ نہیں۔ حالانکہ اس نظام کا شعبہ قانون اس سلسلے میں اصول بھی وضع کرتا ہے لیکن وہ اصول و ضوابط کسی کام بھی نہیں آتے۔ مثال کے طور پر پاکستان کے آئین کو لیجئے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۳ میں درج ہے کہ چودہ سال سے کم عمر کے بچوں سے فیکٹری، کان یا خطرناک کاروبار میں کام نہیں لیا جائے گا دفعہ ۳۷ شق (بی) کے تحت ریاست ناخواندگی کا خاتمہ کر کے مفت لازمی ثانوی تعلیم مہیا کرے گی۔ دفعہ ۳۸ (ڈی) کے تحت ریاست ایسے افراد کو بلا امتیاز خوراک لباس، تعلیم اور علاج کی سہولیات فراہم کرے گی جو کسی وجہ سے خود ضروریات زندگی حاصل کرنے کے قابل نہ ہوں۔

یہ تو عوامی سطح کا حال ہے جبکہ حکومتی سطح پر ہم ساڑھے پانچ کھرب روپے کے مقروض ہیں اور سالانہ چالیس سے پینتالیس ارب روپیہ ہمیں اس مد میں ادا کرنا پڑتا ہے۔

ایک طرف غربت روز بروز بڑھتی جارہی ہے اس کی روک تھام کے لئے کوئی پروگرام یا منصوبہ بندی نہیں ہے لیکن دوسری طرف مہنگائی میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے تمام ضروریات زندگی کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں۔ صرف خوراک اور خوراک میں بھی صرف آٹے ہی کو لے لیجئے۔

مارچ ۸۹ء سے اگست ۹۲ء تک گندم کی قیمت فروخت کا جائزہ کچھ یوں ہے۔

مارچ ۸۹ء	۲۱۰	فی سو کلوگرام
اپریل ۸۹ء	۲۲۲	فی سو کلوگرام
اپریل ۸۹ء	۲۳۰	فی سو کلوگرام
اگست ۸۹ء	۲۵۰	فی سو کلوگرام
جون ۹۰ء	۲۷۳	فی سو کلوگرام
جولائی ۹۰ء	۲۸۳	فی سو کلوگرام
اپریل ۹۱ء	۳۱۰	فی سو کلوگرام
مئی ۹۱ء	۳۳۷	فی سو کلوگرام
اگست ۹۲ء	۳۵۵	فی سو کلوگرام

ان قیمتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سرکاری سطح پر ان تین سالوں میں کتنی دفعہ گندم کے نرخ بڑھے۔ حکومت کو گندم کی سرکاری خریداری کے لئے ہر سال امدادی قیمت کا اعلان کرنا پڑتا ہے جس میں ہر سال اضافہ لازمی ہوتا ہے جبکہ فلور ملوں کو دیا جانے والا گندم کا نرخ اس امدادی قیمت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت گندم کی امدادی قیمت یعنی حکومت کی قیمت خرید ۱۲۲ روپے فی من ہے جبکہ فلور ملوں کے لئے قیمت خرید ۱۳۶ روپے فی من اور دونوں قیمتوں کا اعلان بھی بیک وقت ہوا ہے نتیجہ یہ کہ کاشتکاروں نے حکومت کو گندم کی فراہمی روک دی جب حکومت نے دیکھا کہ اسے گندم پوری نہیں مل رہی تو اس نے سوچا شاید گندم براہ راست فلور ملوں کو مل رہی ہے اس لئے فلور ملوں پر پابندی لگادی گئی کہ وہ اپنے علاقوں سے گندم خریدیں باہر سے خریدنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ اب گندم نہ حکومت کو ملی اور نہ ہی فلور ملوں کو تو ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر گندم گئی کہاں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ زمینداری کے پاس رہی یا اسٹاکسٹ کے پاس۔ اس صورت میں گندم شارٹ ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ آٹا مہنگا ہوا اور یوں غریب کی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اگر یہ ناقص پالیسیاں نہ ہوں ایک صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہو' ہر طرف انصاف ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ غربت ختم نہ ہو۔

اسی طرح ایکسپورٹ کے معاملے میں بھی دیکھیں جس کا تعلق براہ راست حکومت کے امیر یا غریب ہونے سے ہوتا ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور پھر ہماری زرعی پیداوار میں کپاس سب سے بڑا آئیٹم ہے اسی کپاس سے پاکستانی زرمبادلہ کا ۶۵ فیصد حاصل ہوتا ہے اگر ہم کپاس کی برآمد روک کر فنشڈ پراڈکٹ یعنی کپاس کی مصنوعات ایکسپورٹ کریں تو میرا دعویٰ ہے کہ ہماری آمدنی عربوں کے تیل سے بھی چار گنا بڑھ جائے گی مگر ہمارے ہاں سے سالانہ ۳۳ ملین بیلوں کا بڑا حصہ تو کپاس ہی کی شکل میں باہر بھیج دیا جاتا ہے باقی کو دھاگہ بنا لیا جاتا ہے اگر کپاس کی برآمد بند کرکے کپاس کی مصنوعات کی انڈسٹری کو فروغ دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ غربت ختم نہ ہو سکے اور ہمارا قرضہ ادا نہ ہو سکے۔

مگر سوال یہ ہے کہ کرے کون۔ اس گندے نظام کی موجودگی میں اس نظام کو چلانے والوں سے یہ توقع رکھنا بیل سے دودھ کی امید رکھنے کے برابر ہے اگر نظام بدلنے کی بات کی جائے تو سب سے بڑی رکاوٹ یہی لوگ ہوں گے کیونکہ اس سے ان کی عیاشیوں کے راستے بند ہوتے ہیں۔ میاں نواز شریف صاحب نے جو غریبوں کی بات کرتے ہیں اپنے پہلے سے ایک طیارے کی موجودگی کے باوجود ایک ارب روپے کا طیارہ

خریدا ہے (شاید یہ غربت ختم کرنے کی کوئی کوشش ہو) اسی طرح وزیر اعلیٰ سندھ نے اپنے لئے ۱۲ لاکھ روپے کی بلٹ پروف مرسیڈیز کا انتظام فرمایا ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ ایک ارب ۱۴ لاکھ روپے غریبوں کے لئے اسکول' اسپتال یا کسی اور مرکز پر خرچ کرلئے جاتے۔! ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان میں دس لاکھ افراد بے روزگار ہوتے ہیں اور دس لاکھ جزوقتی کام کرتے ہیں۔

جہالت

دوسرا نمبر جہالت کا ہے بدقسمتی سے فرنگی نے جاتے جاتے برصغیر کے مسلمانوں کو دو طبقوں میں تقسیم کردیا اور راقم فہم اس کو سمجھ نہ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے ہاں اس وقت دو نظام تعلیم چل رہے ہیں۔ ایک تو دینی تعلیم کے مدارس ہیں۔ جہاں پر علوم اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور دوسرے کالج اور یونیورسٹی ہیں جہاں دنیوی فنون کی تعلیم بعض حضرات اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ مدارس میں ٹیکنیکل علوم بھی پڑھائے جانے چاہئیں مگر ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس طرح دونوں محاذوں پر تشنگی باقی رہ جاتی ہے جس طرح میڈیکل کالج میں انجینئرنگ اور انجینئرنگ کالج میں میڈیکل نہیں پڑھائی جاسکتی اسی طرح دینی اداروں میں بھی ٹیکنیکل علوم مشکل ہیں لیکن دینی اداروں کے بعض عاقبت نااندیش افراد جو سرے سے دنیوی علوم کی مخالفت کرتے ہیں یہ قطعاً درست نہیں اور اسی طرح سے کالج اور یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے افراد جو دینی علوم میں مصروف افراد کے خلاف بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں یہ بھی غلط ہے میرے خیال میں درست چیز یہ ہے کہ دونوں طبقوں کا تعلق پاکستان سے ہے دونوں کی اپنی اپنی لائن میں اہمیت اور ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا قائم فرمائی ہے اور اسے ایک نظام فطرت کے تحت ہی قائم فرمایا ہے یہاں عالم دین کی بھی ضرورت ہے "انجینئر کی بھی "ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے' کمپاؤنڈر کی بھی' موچی کی بھی ضرورت ہے' درزی کی بھی غرضیکہ زندگی کے ہر ہر شعبے کے افراد کی ضرورت ہے اور ترقی کے لئے ہر ہر لائن کی تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہمیں تمام علوم کے سیکھنے کے لئے افراد وقف کرنے چاہئیں اور یہ الگ الگ لائنوں ہی میں رہ کر درست طور پر ممکن ہے علم دین سیکھنے والوں کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ وہ میڈیکل بھی کیوں نہیں سیکھتے اور میڈیکل والوں کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ یہ انجینئرنگ کیوں نہیں سیکھتے البتہ چونکہ دینی تعلیم سے اتنی واقفیت فرض ہے کہ ایک مسلمان رضاء الٰہی کے مطابق اپنے چوبیس گھنٹے گزار سکے اس لئے اس کی بقدر ضرورت اسکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم کا اہتمام ضروری ہے۔

اسکے علاوہ ہمیں دنیوی تعلیم کے لئے اپنے موجودہ نظام میں تبدیلیاں لانا ہوں گی سب سے پہلے تو یہ کہ اس پر جو فرنگی خول چڑھا ہوا ہے اسے اتارنا ہوگا۔ ہمیں تہذیب و ثقافت اپنی رکھنا ہوگی۔ ٹیکنیکل علوم اور ہنر ہم بے شک مغرب کا لیں۔ عقل مندی کا تقاضا بھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی تبدیلیوں کا یہ نظام خواستگار ہے جو میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ انہی اداروں کے افراد کی زبانی پیش کرتا ہوں۔

داخلہ : پہلی چیز تو داخلہ ہے باقی مسائل تو اس کے بعد آتے ہیں جہاں تک ہمارے کالجوں میں داخلے کی صورت حال ہے تو اس کے لئے صرف لاہور کی حالت یہ ہے۔

"ابھی حال ہی میں لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سے میٹرک میں کامیاب ہونے والے ۵۱۴۰۰ امیدوار کالجوں میں داخلوں سے محروم کردیئے گئے لاہور ڈویژن کے ۵۲ کالجوں میں ۳۲۲۹۹ نشستیں ہیں جبکہ کامیاب ہونے والے امیدواروں کی تعداد ۸۳۲۲۴ ہے۔"

(جنگ لاہور)

ایک طرف تو یہ صورت حال ہے جبکہ دوسری طرف یہ بھی دیکھیں کہ تعلیمی ڈھانچہ کیا کررہا ہے۔

"اسی طرح دیگر خامیوں میں سے ایک ہمارا کرپٹ نظام تعلیم بھی ہے۔ اس کی وجہ سے رشوت اور پیسے دے کر لوگ زیادہ نمبر حاصل کرلیتے ہیں تاکہ وہ داخلے کے قابل ہوسکیں اس طرح محض داخلے کے لئے سارے کا سارا امتحانی ڈھانچہ کرپٹ ہوچکا ہے۔"

(جنگ لاہور)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ تعلیمی محاذ پر محض داخلے کی صورت حال کیا ہے یہ محض ایک گندے نظام کی موجودگی اور ایسے ہی ارباب حکومت کی وجہ سے ہے۔ ایک اسلامی معاشرے اور نظام میں اس چیز کا تصور تک نہیں۔

نصاب تعلیم : داخلے کے بعد درسگاہ میں بیٹھ کر ایک نصاب پڑھنے کا نمبر آتا ہے نصاب تعلیم سے متعلق ۱۹۹۲ میں بی اے میں دوم پوزیشن حاصل کرنے والی طالبہ انیقہ عبید ہی کے خیالات پڑھ لیجئے۔ کہتی ہیں۔

"میں اپنے ملک کے معیار تعلیم سے مطمئن نہیں ہوں۔ ہمارا سلیبس پرانا ہے سائنس میں ہم بہت پیچھے ہیں بازاروں میں گائیڈ اور نوٹس آگئے ہیں جس سے طالب علم کاہل ہوگئے ہیں۔"

(جنگ کراچی ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۲)

"کیا آپ کے خیال میں موجودہ نظام تعلیم ملکی و قومی ضروریات کے عین مطابق ہے؟"

اس سوال کے جواب میں میٹرک سائنس میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن حاصل کرنے والی طالبہ ثوبیہ اکبر کہتی ہیں۔

"جی نہیں۔ ہماری نصابی کتب ہمیں کسی بھی مضمون سے متعلق مکمل اور جامع معلومات فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے نصاب میں دلچسپی کا کوئی عنصر نہیں ہے۔ ہمیں صرف کتابی علم فراہم کیا جارہا ہے۔ عملی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔"

(جنگ کراچی ۲۰ اگست ۱۹۹۲)

تو قارئین خود ان اداروں میں پڑھنے والے ہی اپنے نصاب سے مطمئن نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس سلسلہ میں اپنی سوچ اور الفاظ آپ تک پہنچاتا مگر ان اداروں میں پڑھنے والوں کے خیالات اور تصورات پیش کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ لوگ اداروں کے اندر کے افراد ہیں اور میں باہر کا۔

نقل : نصاب تعلیم کے پڑھے جانے کے بعد پھر جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کے امتحان کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بدقسمتی سے نقل کا بھی خاصا زور ہے اس سلسلے میں پروفیسر عاشق عاصی کہتے ہیں۔

"میرے وطن کا طالب علم پرائمری اسکول سے نقل کرنے اور کروانے کی تربیت حاصل کرنا شروع کردیتا ہے اور پھر کالج یا یونیورسٹی تک پہنچتے پہنچتے اسے پاس ہونے کے اتنے گر آجاتے ہیں کہ اسے اساتذہ کی ضرورت اور والدین کی پرواہ نہیں رہتی اس مقصد کے لئے اگر اسے اساتذہ کی پگڑیاں اچھالنا پڑیں یا والدین کے ارمانوں کا خون کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

(نوائے وقت کراچی ۱۰ جولائی ۱۹۹۲)

یہ تو طالب علم کا کردار ہے امتحانی ادارے کیا کررہے ہیں؟ اس کا جواب پروفیسر صاحب ہی سے سنیئے۔

"نقل کے سلسلہ میں ہمارے طلبہ کی رہنمائی کے لئے انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری بورڈ اپنی مثال آپ ہیں۔ میٹرک کے امتحانی مراکز میں نقل کروانے کا ریٹ پچاس سے دو سو روپے تک ہے۔ اگر بدقسمتی سے سینٹر میں امیدوار نقل نہ کرسکا تو اس کی جگہ پر امتحان دینے والے طلبہ بافراط موجود ہے اور اگر اس طرح بھی زیادہ نمبر لینا مشکل لگتا ہے تو پھر فیس کچھ زیادہ ہوگی لیکن ممتحن کے پاس بیٹھ کر پرچہ مرضی کے مطابق حل کیا جاسکتا ہے اور پھر جتنا گڑ ڈالیں گے اتنا میٹھا زیادہ ہوگا۔ بورڈ میں پوزیشن بھی لے سکتے ہیں اس کے لئے بورڈ کے ٹھیکیداروں سے تعاون کرنا ہوگا۔۔۔ میٹرک کے پرچے جن ممتحن صاحبان کے پاس جاتے ہیں اس سے رابطہ کے لئے باقاعدہ ضلع کی سطح پر گینگ موجود ہیں۔"

(نوائے وقت کراچی ۱۰ جولائی ۱۹۹۲)

یہ تو نقل کا حال ہوا انہی اداروں کے ایک پروفیسر صاحب نے بیان کیا اس کے علاوہ ان اداروں میں ایک خرابی اور بھی ہے جس پر توجہ نہیں دی جاتی وہ ہے "اخلاق"۔

اخلاق پر ہمارے ہاں قطعاً توجہ نہیں دی جاتی حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور اسلام نے اخلاقیات پر بہت زور دیا ہے اگر ایک درست اور اسلامی خطوط کے مطابق نظام تعلیم کا اہتمام کیا جائے تو اس میں اولیت اخلاق کی درستگی پر ہی دی جائے گی۔ ہمارے ہاں جرائم میں اضافے کی بنیاد بھی یہی چیز ہے غنڈہ گردی اور ہر قسم کے جرائم کو ہمارے نوجوان ان ہی اداروں میں سیکھ رہے ہیں اور یہ چیز صرف یہاں ہی نہیں بلکہ یورپ میں بھی ہے۔

"نیویارک کے اسکول میں سب سے پہلے بچہ جو سبق یاد کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کس طرح دنگا فساد کرنا چاہئے۔ پچھلے پانچ سالوں میں جیفرسن اسکول میں ۷۰ بچوں کو مار ڈالا گیا اور

بہت سے لڑکوں کو زخمی کر دیا گیا۔"

(جنگ ۸ نومبر ۱۹۹۳ء)

ایک بات بہت زور دے کر کہی جاتی ہے کہ پاکستان میں شرح خواندگی بہت کم ہے اور ایسا ارباب حکومت ہی کہتے ہیں لیکن صورت حال یہ ہے کہ موجودہ پڑھنے والوں کو کالجوں میں کھپانے کے لئے بھی حکومت کے پاس کالجوں میں نشستیں نہیں ہیں لہٰذا سوچا جائے کہ پاکستان کا مستقل تعلیمی لحاظ سے موجودہ نظام کی موجودگی میں کیا ہو سکتا ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں شرح خواندگی

نام ملک	شمار کا سال	شرح خواندگی
پاکستان	۱۹۸۸ء	۲۹٫۶ (اندازاً)
بنگلہ دیش	۱۹۸۸ء	۳۳٫۱
بھارت	۱۹۸۸ء	۴۳٫۵
ایران	۱۹۸۸ء	۵۰٫۸
فلپائن	۱۹۸۸ء	۸۵٫۷
چین	۱۹۸۸ء	۹۶٫۳
سری لنکا	۱۹۸۸ء	۰٫۱
تھائی لینڈ	۱۹۸۸ء	۹۱٫۰
ترکی	۱۹۸۹ء	۷۳٫۲
عوامی کوریا	۱۹۸۸ء	۹۳٫۷
انڈونیشیا	۱۹۸۸ء	۷۳٫۱
جاپان	۱۹۸۸ء	۹۹٫۳
آسٹریلیا	۱۹۸۸ء	۹۹٫۱
روس	۱۹۸۸ء	۹۹٫۸

انتظامیہ کی نااہلی لوٹ کھسوٹ

مندرجہ بالا عنوان کے مجموعے کو ہم "کرپشن" کا نام دے سکتے ہیں۔ ہمارے ملک کی انتظامیہ میں کس قسم کی مخلوق شامل ہے اس کا اندازہ تو اس رپورٹ سے کر لیجئے۔

"فیصل ٹاؤن لاہور کی ایک کوٹھی میں مختلف محکموں سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ افسران رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھے 'غیر ملکی شراب' بازار حسن کی طوائفیں اور محفل رقص و سرود سمیت وہ سب کچھ تھا جو ایسے موقعوں پر ضروری ہوتا ہے۔۔۔ فیصل ٹاؤن کے جس مقام پر "مجرا اسکینڈل" وقوع پذیر ہوا۔۔۔ پنجاب پولیس کا سربراہ بھی وہیں رہتا ہے۔۔۔ فرار ہونے والی شخصیات کے جو نام منظر عام پر آسکے ان میں سے چند یہ ہیں۔ میاں غفار ایس ایس پی سکھر راجہ ظفر ڈی ایس پی چوکی شیخ صدیق ڈی ایس پی نعیم اکرم علی اے ایس پی لاہور اعجاز رسول انکم ٹیکس آفیسر محمد حنیف انکم ٹیکس آفیسر وقار خلجی انکم ٹیکس آفیسر منظور احمد انکم ٹیکس آفیسر عابد ریاض پرنسپل گورنمنٹ ریفائنڈ اینڈ انسٹی ٹیوٹ شیر انوالہ لاہور میاں آصف اے ڈی سی جی اوکاڑہ طارق مقصود آڈٹ اینڈ اکاؤنٹ آفیسر امجد چودھری (مالک مکان) نذر شباب۔۔۔ گرفتار شدہ افسران تھانے میں بڑے آرام سے کرسیوں پر براجمان تھے۔ پولیس اہلکار جب بھی کسی ملزم کے پاس جاتے تو پہلے اسے سیلوٹ کرتے پھر معذرت کے ساتھ اپنا مدعا بیان کرتے۔ (جسارت کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

ایک موقر روزنامے کی طویل رپورٹ کو باختصار ملاحظہ فرما کر قارئین نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ کیسے کیسے "لائق" اور "شریف" افسران ہمارے خدمت کرتے ہیں۔ یہ تو ہمارے ان "لائق" افسران کے "تفریحی موڈ" کے متعلق بات تھی۔ اب ذرا اپنے اپنے محکموں میں ہمارے افسران کی کارکردگی بھی ملاحظہ ہو۔

"پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن کارپوریشن (پی ٹی سی) میں بد عنوانیوں کی فہرست بہت طویل ہے جس کا ایک مختصر خلاصہ یہ ہے کہ کارپوریشن بننے سے قبل اس ادارے کو ۲۱ گریڈ کا ایک اعلیٰ افسر چلاتا تھا جو . ڈائریکٹر جنرل ٹی اینڈ ٹی کہلاتا تھا اب اس ادارے میں چیئرمین سمیت ۲۱ گریڈ کے کل پانچ افسران تعینات ہیں۔ ادارے کی ایڈمنسٹریشن ایک ۲۰ گریڈ کے افسر کی ذمہ داری تھی جو اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل کہلاتا تھا اب یہ ذمہ داری بیس گریڈ کے افسر کی ہے جو جنرل منیجر کہلاتا ہے اس کے علاوہ ۱۸ گریڈ کے دو افسران بھی اس شعبہ میں تعینات کر دیئے گئے ہیں کارپوریشن بننے سے قبل اس ادارے میں افسران کی تعداد کچھ یوں تھی کہ ۲۰ گریڈ کے افسران کی تعداد ۲۱ تھی جو اب بڑھ کر ۳۵ ہو چکی ہے۔ گریڈ ۱۹ کے افسران کی تعداد ۹۰ سے زائد نہ تھی جو اب بڑھ کر ۱۵۰ سے زائد ہو چکی ہے۔ جن پر ایک محتاط اندازے کے مطابق محکمہ کم از کم ۲ کروڑ روپے سالانہ خرچ کر رہا ہے اس طرح قومی خزانے کا بے جا زیاں ہو رہا ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ ان زائد افسران میں سے اکثر کی ذمہ داریوں کا ابھی تک تعین نہیں کیا گیا۔ پی ٹی سی میں صرف چند افسران کو چھوڑ کر گریڈ ۱۸ سے اوپر کے تمام افسران کے پاس سرکاری گاڑیاں ہیں جنہیں ذاتی اور گھریلو کاموں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور محکمہ ان میں سے ہر گاڑی کا ماہانہ ۱۵۰ لیٹر پیٹرول کا خرچہ برداشت کرتا ہے جبکہ گاڑیوں کی مرمت اور دیکھ بھال کی مد میں ماہانہ لاکھوں کے اخراجات مزید ہیں۔ قانون کے مطابق ٹیلی کمیونی کیشن کارپوریشن میں صرف گریڈ ۲۰ اور اس سے اوپر کے افسران اپنے کمروں میں ایئر کنڈیشن لگانے کے اہل ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ اس محکمے کے تمام بڑے افسران نے اپنے کمروں میں ایئر کنڈیشن لگوا رکھے ہیں۔ کارپوریشن کے موجودہ چیئرمین نے اپنے کمرے کی صرف تزئین و آرائش پر ڈھائی لاکھ روپے کی کثیر رقم خرچ کی۔"

(جسارت ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

یہ تو ایک محکمے کا حال ہے اگر دیگر محکموں میں ہونے والی کارستانیاں بھی پیش کی جائیں تو داستان خاصی طویل ہو جائے گی یہ تو بڑوں کی بات تھی اگر چھوٹوں کو دیکھیں تو وہ بھی کرپشن میں ملوث ہیں مگر ہر ایک کے اپنے اپنے انداز و طور طریق ہیں۔ وہی غریب اور نچلا طبقہ جو افسران کی ان حرکات پر "ارسطوانہ تبصرے" کرتے نظر آتے ہیں وہ خود بھی کبھی کلرک کی شکل میں کبھی پولیس کی صورت میں اور کبھی ریلوے اسٹیشنوں پر ان قلیوں کی شکل میں جو ٹکٹوں کی بلیک کرتے ہیں ہمیں یہ سب کچھ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

ظلم و ستم

ظلم و ستم کا یہ عالم ہے کہ گزشتہ دنوں سندھ میں ایک وڈیرے کی اپنی ذاتی جیل برآمد ہوئی ہے جس میں سینکڑوں قیدی قید تھے ان میں بوڑھے' بچے اور عورتیں بھی شامل تھے۔ ان عورتوں کی عزتوں سے وڈیرے کے قریبی لوگ کھیلتے رہے تھے یہ تو ایک جیل ہے نہ جانے اس طرح کی کتنی جیلیں ہمارے ملک میں موجود ہیں۔

وڈیروں اور چودھریوں کے ان ہی مظالم کے نتیجے میں اچھے خاصے شریف لوگ مجرم بن جاتے ہیں کیونکہ ماشاء اللہ ہماری پولیس کی "روایات" یہ ہیں کہ مظلوم کو مجرم اور مجرم کو مظلوم ثابت کرنا گویا کہ ان کی سرکاری ڈیوٹی کا حصہ ہے پھر اگر پولیس کارروائی کر بھی لے تو ہمارا عدالتی نظام مظلوم کو انصاف فراہم کرنے میں دس سے لے کر بیس سال لگا دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مظلوم اتنا انتظار کرنے کی بجائے خود کارروائی کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے اور یوں ایک نیا مجرم جرائم کی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ ہماری پولیس کے کرتوت کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ منگل کا دن اور اکتوبر کی بیس تاریخ تھی شیخوپورہ کے ستر سالہ محمد شفیع نے اپنے بیٹے ارشاد احمد کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس چوبیس سالہ ارشاد کو گرفتار کر کے تھانہ فیکٹری ایریا واقع گلفشاں ٹاؤن لے گئی اور تین روز بعد جمعہ کے روز اس کی لاش محلہ چوڑی گراں میں محمد شفیع کے گھر کے پاس پھینک گئی۔۔۔ ان تین دنوں میں وی سی آر کی چوری کے شک میں اس پر روایتی پولیس تشدد کے پہاڑ توڑے گئے۔۔۔ اس کے جسم پر رولر پھیرا گیا چھتروں اور ڈنڈوں سے مارا گیا یہاں تک کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔۔۔ ارشاد کی موت کو خودکشی کا رنگ دے دیا گیا کہا گیا کہ اس نے غسل خانے کے شاور سے لٹک کر خودکشی کر لی ہے۔۔۔ بقول اکبر عباس ایک محلے دار ماتھے پر نیل کا بڑا سا نشان تھا۔ سر پھٹا ہوا تھا۔ اس کی انگلیوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا جیسے انہیں پیس دیا گیا ہو۔ متوفی کی ٹانگوں پر رولر کے نشان تھے۔ جبکہ ٹخنوں پر ضربات کے نشان نظر آرہے تھے کمر ادھڑی ہوئی تھی۔ اس پر گہرے نیل تھے جیسے چھتروں اور ڈنڈوں کا بے دریغ استعمال کیا گیا ہو۔"

(ہفت روزہ زندگی جلد ۳ شمارہ ۴۳)

یہ تو پنجاب ہے۔ اس کے علاوہ سندھ میں بھی پولیس کی حراست میں ان کے تشدد کے نتیجے میں لوگوں کے مرنے کی رپورٹیں اخبارات کی فائلوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ایک طرف تو یہ حالت ہے دوسری طرف جرائم میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

"۱۹۹۳ء کے دوران صرف پنجاب میں جنوری سے نومبر تک کے دوران کل جرائم ایک لاکھ ستانوے ہزار آٹھ سو تیرہ ہوئے جبکہ تین ہزار اسی افراد قتل ہوئے' جنوری ۱۹۹۳ء سے

اکتوبر ۱۹۹۲ء تک زنا بالجبر کے بارہ سو تہتر واقعات رونما ہوئے جبکہ چار ہزار پانچ سو اکیانوے بچوں کو اغواء کیا گیا چھتیس ہزار پانچ سو بیس کیس منشیات کے درج ہوئے ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام میں نو ہزار چار سو اکتیس افراد کو گرفتار کیا گیا اور نو ہزار تین سو ترانوے کیس درج ہوئے جبکہ اس عرصہ کے دوران اقدام قتل کی پانچ ہزار آٹھ سو اڑتیس وارداتیں ہوئیں۔ چوری کی نو ہزار چار سو ترانوے وارداتیں ہوئی۔ سنگین ڈکیتی کی تین سو بیس' رہزنی کی دو ہزار اٹھتر اور نقب زنی کی چھ ہزار پانچ سو چوبیس وارداتیں ہوئیں۔ ان وارداتوں کے دوران چینتھ کروڑ چھتیس لاکھ ساٹھ ہزار آٹھ سو روپے مالیت کا سامان اور رقم لوٹی گئی۔"

(جنگ لاہور ۱۹۹۲ء کا سالنامہ)

یہ تو ہے صرف صوبہ پنجاب کا جرائم نامہ۔ باقی تین صوبے بالخصوص سندھ تو ابھی باقی ہے جو صحیح معنوں میں "جرمستان" بنا ہوا ہے۔ بدقسمتی سے صوبہ سندھ سے متعلق میری فائل غائب ہے ورنہ پنجاب کی بجائے سندھ کے جرائم کے لحاظ سے جھلکیاں زیادہ مناسب ہوتیں۔

گزشتہ ایک دو سال سے تو مجرموں نے خواتین کو خاص طور پر نشانہ بنانا شروع کردیا ہے جس کا اندازہ ان چند خبروں کی سرخیوں سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

○ ۲۲ روز تک بار بار لٹتی رہی اب زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہی۔ درندے خود بھی زیادتی کرتے رہے اور دوسروں کو بھی دعوت دیتے رہے۔ بازار حسن میں بیچنے کی کوشش کی گئی ہیرامنڈی میں نچایا گیا۔ قلعہ دیدار سنگھ کی دو بہنوں کی المناک داستان۔

(روزنامہ پاکستان۔ صفحہ اول چار کالمی سرخی)

○ عورت کو برہنہ کرکے گن پوائنٹ پر بازار میں کھڑا کردیا گیا۔ ملزمان بیٹیوں پر تشدد کرتے گھسیٹتے ہوئے بازار میں لے آئے۔ عدالت کے حکم امتناعی کے باوجود سامان باہر پھینک دیا۔

(ایضاً" صفحہ ۸ تین کالمی سرخی)

○ غریب تانگہ بان کی تیرہ سالہ بیٹی کو اغواء کرکے جعلی نکاح کرلیا۔ مغویہ کے بھائی کو مزاحمت پر گولی ماردی۔ (مشرق صفحہ ۸ تین کالمی سرخی)

○ دو دن ہو کمہار خاندان کے لئے عاشورہ بن گیا چاقوؤں سے آنکھیں نکال لیں۔ گڑھوں میں تیزاب بھردیا۔ حاملہ عورت کو بھی نہ بخشا گیا ابھی اور مزہ چکھائیں گے۔ ملزموں کی للکار۔

(ایضاً" ذیلی کالمی)

ایک زمانہ تھا کہ ایک مسلمان عورت کی فریاد پر خلیفہ وقت لشکر لے کر ظالموں پر چڑھ دوڑا تھا مگر ایک ہمارا معاشرہ ہے کہ روزانہ نہ جانے کتنی عورتیں چیختی ہیں لیکن ہمیں پرواہ نہیں لہٰذا فطرت کے فیصلے اور انصاف کا ہی منتظر رہا جائے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے
مگر کرتی نہیں قوموں کے گناہوں کو معاف

ان چند مسائل کو ذرا تفصیل سے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے سامنے آ سکے کہ ہمارا ملک جن مسائل سے دوچار ہے وہ اپنی ہلاکت آفرینی میں کہاں تک پہنچا ہوا ہے اسی پر ہم رشوت' چور بازاری' جھوٹ' منافقت اور دیگر مسائل کو بھی قیاس کرسکتے ہیں۔

ہم اس وقت جس نظام پر چل رہے ہیں اس میں معاشرے کا یہی حشر ہونا چاہئے۔ اللہ رب العزت نے ہمیں ایک جامع اور بے داغ نظام حیات و نظام مملکت عطاء فرمایا اور ہم اس پر عمل کرنا تو کجا اسے "قدیم" اور موجودہ دور کے تقاضے پورے نہ کرسکنے والا نظام قرار دیں اور اس کے مقابلے میں فرنگی کے بنائے ہوئے فرسودہ نظام کو عمل کے لئے اختیار کریں تو آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ عنداللہ کتنا بڑا گناہ اور جرم ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا کہ "اے اللہ میری امت پر اجتماعی شکل میں عذاب نازل نہ فرمانا۔" نہ ہوتی تو شاید اس وقت یہ ایک ارب بیس کروڑ مسلمان سطح زمین پر موجود نہ ہوتے۔ بجائے اس کے کہ ہم مذاکروں کی میزوں پر دانشوروں کو جمع کرکے ان کے سامنے کسی ایک مسئلے کو رکھ کر اس کے حل پر ان کی آراء مانگ کر وقت برباد کریں۔ ہمیں کرنا یہ ہوگا کہ ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کے لئے جدوجہد کریں۔ اگر ہمارے موجودہ حکمران شرافت کی زبان نہ سمجھیں تو پھر ہمیں بھی فرانس اور روس کی طرح عوامی انقلاب برپا کرنا ہوگا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔

کسوف وخسوف کی روایت

مرزا قادیانی کا استدلال اور اس کا جواب

تحریر: سید انور علی شاہ مرحوم لاہور

دارقطنی کی روایت پر مرزا قادیانی نے اعتبار کرتے ہوئے اور اس کے معنی حسب منشاء لیتے ہوئے اپنے وقت کے کسوف وخسوف کو شہادت آسمانی ظاہر کیا ہے۔ اس کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ روایت حدیث ہی نہیں ہے نہ کسی صحابی کا قول ہے بلکہ یہ محمد بن علی کا قول ہے جو ہمارے لیے لائق حجت نہیں۔

(۲) اس روایت کا پہلا راوی عمرو بن شمر ہے جو محدثین کے نزدیک یقیناً جھوٹا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال وغیرہ علامہ ذہبی نے بھی اس کی مذمت کی ہے دوسرا راوی جابر ہے لیکن اس نام کے بہت آدمی ہیں اس کی کنیت وغیرہ عمرو بن شمر نے غالباً دانستہ بیان نہیں کی۔ کیونکہ عمرو کی یہ خاص شان تھی کہ موضوع روایتیں ثقہ لوگوں کے نام لگاتا تھا ایک جابر جعفی نام کا بھی تھا جس کی نسبت امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے کوئی نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب ملاحظہ ہو) دارقطنی کے حاشیہ التعلیق المغنی میں ان دونوں راویوں کو ضعیف اور ناقابل اعتبار مانا ہے

(۳) تیسرا راوی جس پر روایت ختم ہوتی ہے محمد بن علی ہیں لیکن اس نام کے بھی بہت آدمی ہیں اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ محمد باقر ہیں تو بھی یہ ان کا قول ٹھہرا نہ کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

(۴) اس جرح کے باوجود اگر دارقطنی والی روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یہ روایت مرزا قادیانی کو صادق نہیں ٹھہراتی کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے چاند گرہن رمضان کی پہلی رات کو ہوگا اور سورج گرہن نصف رمضان میں حالانکہ مرزا قادیانی کے وقت میں چاند گرہن ۱۳۔ رمضان کو اور سورج گرہن ۲۸ رمضان کو ہوا تھا یہ واقعہ ۱۳۱۲ھ کا ہے۔ اگر کہا جائے کہ رمضان کے پہلے دن کے چاند کو قمر نہیں کہتے بلکہ ہلال کہتے ہیں تو جواب یہ ہے قمر عام لفظ ہے جو ہلال اور بدر سب کو شامل ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم۔ ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کردی ہیں حتیٰ کہ پرانی ٹہنی کھجور کی طرح لوٹتا ہے "تاج العروس میں ہے یسمی القمر للیلتین من اول الشھر ھلالاً (مہینہ کی پہلی دو راتوں میں قمر

کا نام ہلال رکھا جاتا ہے۔ قاموس۔ الہلال غرۃ القمر وھی اول لیلۃ۔

روایت مذکور میں ایک فقرہ دوبارہ آتا ہے جس سے زور دینا مقصود ہے وہ فقرہ یہ ہے کہ یہ کسوف وخسوف ایسے ہوں گے جو پہلے کبھی نہیں ہوئے جب سے زمین و آسمان ہے۔ حالانکہ ۱۳۱۲ھ والے رمضان کے کسوف وخسوف کئی دفعہ پہلے بھی ہوئے اور آئندہ ہوں گے ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا جس سے ثابت ہے کہ ہر ثابت شدہ یا مانا ہوا گہن ۲۲۳ برس قبل اور بعد اسی طرح ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس کسوف وخسوف کے وقت کسی مدعی کا ہونا بھی ضروری ہے تو اول تو یہ ایجاد بندہ ہے روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں دوسرے اتمامًا للحجۃ کہا جاتا ہے کہ طریف جھوٹے مدعی نبوت کے وقت ۱۷۰ھ میں اسی قسم کے گہنوں کا رمضان میں اجتماع ہوا۔ ابو منصور عیسیٰ کے وقت ۲۳۶ھ صالح کے وقت ۱۲۷ھ ۱۶۳ھ میں یعنی دو دفعہ ایسا اجتماع ہوا۔ رمضان ۱۲۶۷ھ میں بھی اجتماع ہوا جب کہ ایران میں سید محمد علی باب جھوٹا مہدی ایران موجود تھا۔

یہ نشان صداقت کی دلیل از روئے عقل بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ علم نجوم کا جاننے والا اس وقوع کسوف وخسوف ان کی اطلاع رکھتا ہے بلکہ وقت کا تعین بھی کر سکتا ہے اور ایسی کتابیں عام طور دستیاب ہو سکتی ہیں پھر اگر کوئی چالاک آدمی ان کتابوں کی وجہ سے اجتماع کسوف وخسوف معلوم کر کے عین وقت پر دعویٰ کر دے تو کوئی امر مستبعد نہیں پس ایسی گری دلیلیں صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتیں۔

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو کسوف وخسوف حجت شرعی نہیں جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایت میں ہے۔ اور اس حدیث کو دارقطنی نے بھی نقل کیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ سورج اور چاند اللہ کے نشان ہیں ان کو گہن نہیں ہوتا کسی فرد کے مرنے یا جینے کے لیے بلکہ وہ اللہ کی آیتیں ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ گویا سورج یا چاند گہن سے کسی شخص کی موت یا حیات ثابت نہیں ہوتی۔

مرزا قادیانی کی ایسی تحریر بھی ان کے خلاف گواہی دے رہی ہے وہ لکھتے ہیں میرا یہ دعوٰے نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمہ ومن عترتی وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے اور مسیح موعود کے لیے کسی محدث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ میں سے ہوگا ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں اور جس قدر افترا ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افترا نہیں ہوا (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۵) مرزا قادیانی کے اس بیان سے صاف ظاہر ہوا کہ ان کے نزدیک مہدی موعود کے متعلق تمام احادیث غلط اور بے بنیاد ہیں پس دارقطنی والی روایت بھی ان کے نزدیک غلط ثابت ہوئی۔

کشتی نوح ص ۶۰ سطر ۱۲ و ص ۱ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے مثلاً ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی پس یہ روایت صحیح بخاری کے مخالف ہونے کی وجہ سے قبول کے لائق نہیں ہے۔

مرزائی کہہ دیتے ہیں کہ ۱۳۱۲ھ والے کسوف وخسوف کو بے نظیر نہیں کہا گیا بلکہ وہ نسبت بے نظیر تھی جو ان کسوف وخسوف کو مہدی کی طرف ہے اور لم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض سے یہ مفہوم نکالتے ہیں حالانکہ اگر یہ صحیح ہوتا تو لم تکونا (تثنیہ) کی جگہ لم تکن (واحد) ہوتا تثنیہ صاف بتلا رہا ہے کہ ان دونوں کسوف وخسوف کو بے نظیر بتلایا گیا ہے پس اس جملہ (لم یکونا آیتین لم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض) کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں نشان جو اپنی صفت میں بے نظیر ہیں وہ ہمارے مہدی کے لیے مخصوص ہیں ان کا ظہور کسی وقت میں نہیں ہوا خاص اس مہدی کے وقت میں ہوگا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ چاند گہن ۱۳-۱۴-۱۵ کو ہمیشہ ہوا کرتا ہے اور سورج گہن ۲۷-۲۸-۲۹ کو دارقطنی کی روایت کا مطلب ہے کہ ۱۳ کو چاند گہن اور ۲۸ کو سورج گہن ہوگا ۱۳۔ پہلی رات ہوئی اور ۲۸۔ درمیانی رات۔ لیکن یہ غلط ہے اول تو یہ خارق عادت اور بے نظیر نہیں حالانکہ روایت مذکور میں اسے بے نظیر دو دفعہ کہا گیا ہے دوسرے روایت کے الفاظ یہ ہیں تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان یعنی رمضان کی پہلی رات کو چاند گہن ہوگا ۱۳۔ پہلی رات نہیں تیسرے تنکسف الشمس فی نصف منہ آیا ہے منہ کی ضمیر کا مرجع رمضان ہے اور ۲۸ مہینے کا نصف نہیں ہوتا اگر کہا جائے کہ ۲۷-۲۸ اور ۲۹ کے تینوں دنوں کا درمیانی دن مراد ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ تین دنوں کے درمیان والے دن کو نصف نہیں کہا جاتا بلکہ وسط کہا جاتا ہے اور روایت میں ہے۔ کہ سورج گہن اس کے نصف میں ہوگا اگر منہ کی ضمیر کا مرجع رمضان نہ ہو بلکہ وہ مخصوص ایام یعنی ۲۷-۲۸-۲۹ تو منہ کا لفظ بے محل اور خلاف اصطلاح ہے کیونکہ اس صورت میں منہ کی بجائے منہا ہونا چاہیے تھا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ جس طرح کے خسوف و

باقی صفحہ ۲۴ پر

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دکان

صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس

اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں

کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی

فون نمبر: ۲۴۵۸۰۳

ذکری مذہب ایک الگ مذہب ہے جس کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں

حکومت رمضان المبارک میں انکے ہونیوالے مصنوعی حج پر پابندی لگائے

تحریر: مولانا احتشام الحق آسیا آبادی

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد

بلوچ قوم قدیم اقوام عالم میں سے ایک ہے۔ اس کا شمار دنیا کی غیور قوموں میں ہوتا ہے۔ وہ مقصد اور مذہب کے لئے ہر قسم کی قربانی دیتی ہے۔ ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۹ء ملا محمد نام کا ایک شخص اٹک (کیمبل پور) پنجاب سے سیاحی کرتا ہوا مکران آیا۔ جس نے انتہائی چالاکی سے ایرانی بلوچستان اور مکران کے علاقے کے ناخواندہ اور سادہ بلوچوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ شروع میں وہ بزرگ بنا پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں پیغمبر بلکہ افضل الرسل ہونے کا دعویٰ کرلیا۔ جاہل عوام نے ایک ایک چیز کو بسرو چشم قبول کیا۔ حتیٰ کہ اسی محمد مہدی اٹکی کا کلمہ پڑھا جانے لگا۔ جو "لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ" ہے۔ چنانچہ بمقام "کوہ مراد" تربت ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۱۹ء کو یہ شخص غائب ہوگیا۔ جس کو ذکری کتب نے مہدی کا ظہور اور غائب ہونے کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ کچھ عرصہ ذکریوں کی مکران پر حکومت رہی اور یہ باطل مذہب خوب پروان چڑھا۔ بعد میں نصیر خان نوریؒ نے اس مذہب کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اکثر شہروں سے اس کا صفایا ہوگیا۔

ذکری مذہب کی تاریخ" اس کا عروج و زوال اور اس سلسلے میں مسلمانوں اور ذکریوں کی آپس کی چپقلش اور تصادم کی بڑی لمبی داستان ہے۔ جسے ہم کسی فرصت میں لکھ دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مختصر مضمون میں ہم مسلمانوں اور ذکریوں کے درمیان آئے دن ہونے والے فسادات کی ایک بنیادی وجہ پر اپنی تمام تر بحث کو مرکوز کریں گے۔

ذکری اور مسلمانوں کے درمیان موجودہ فسادات اور خونریزیاں صدیوں سے چل رہی ہیں۔ کبھی ان کی رفتار میں کمی آئی ہے تو کبھی زیادتی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ان فسادات کو اب بہرصورت ختم ہوجانا چاہئے بلکہ ہر ذی شعور انسان اور بالخصوص ہر بلوچ کو اس کی فکر کرنی چاہئے بعض ذکری' کمیونسٹ لابی اور کچھ دیگر مفاد پرست یہ کہہ کر مسئلہ کو ٹال دیتے ہیں کہ یہ بعض رجعتی ملاؤں' مفاد پرست اور بیرونی قوتوں کی سازش ہے اور کہا جاتا ہے کہ بلوچوں کو کمزور کرنے کا ایک پروگرام ہے۔ ان فسادات کو اب ایک دوسرے کے سر تھوپ کر ختم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی مسئلہ کی سنگین نوعیت کا یہ حل ہے۔

آیئے اصل مسئلہ کو دریافت کرکے اس کا حل دریافت کرتے ہیں۔ دنیا میں ایسی بہت سی قومیں ہیں۔ جن میں دو یا اس سے زیادہ مذہب والے موجود ہیں۔ ایک مذہب اسلام کا دعویدار ہے تو دوسرا کسی اور مذہب کا۔ لیکن ان میں آپس کا تصادم نہیں ہوتا ہے تو اس کی یہی وجہ ہے کہ ہر کوئی اپنے الگ مذہب کا دعویٰ کرتا ہے ایک دوسرے کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتا۔ سکھ پنجابی اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہتا اس لئے مسلمان پنجابی بھی اس سے نہیں الجھتا ہے۔ اس بناء پر کافی غورو خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ منجملہ دیگر اسباب کے ذکری اور مسلمانوں کے درمیان فسادات کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ یہی ہے کہ "ذکری باتفاق تمام مسلمانوں کے اسلام سے جداگانہ ایک دین ہے۔ جس کو اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس بون بعید کے باوجود ذکری فرقہ کے لوگ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ یہی ان فسادات کی جڑ ہے جو آئے دن ذکری اور مسلمانوں کے درمیان پیش آتے رہتے ہیں۔" اس حوالے سے مسئلہ کا ایک بنیادی حل یہ ہے کہ "ذکری غیر مسلم نظریات کے حامل ہونے کی وجہ سے اپنے کو مسلمان ظاہر نہ کریں اگر ان کو اسلام پسند ہے تو اپنے عقائد و اعمال عام مسلمانوں جیسے رکھیں مثلاً" نماز پڑھیں اور وہ بھی مسلمانوں جیسی' جیسا کہ ظہر' عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں' مغرب کی تین رکعتیں اور فجر کی دو رکعتیں فرض ہیں' مگر یہاں تو تعداد رکعت کجا بلکہ اصل نماز ہی غائب ہے۔

ذیل میں ہم بتادیں گے کہ ذکری مذہب کس طرح اسلام سے الگ ایک جداگانہ دین ہے۔ مختصراً" یہ سمجھ لیا جائے کہ ذکری مذہب کے تمام عقائد و اعمال کا اسلامی تمام فرقوں کے عقائد و اعمال سے کوئی دور کا بھی جوڑ اور ربط نہیں ہے۔ ذکری ختم نبوت کے منکر ہیں' جبکہ اسلامی تمام فرقے ختم نبوت کو مانتے ہیں۔ ذکریوں کا کلمہ "لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ" ہے جبکہ تمام کلمہ گو مسلمانوں کا کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ ذکری نماز پنجگانہ کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک نماز پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ذکری روزہ رمضان المبارک کو نہیں مانتے ہیں۔ شرعی زکوٰۃ کو اسلامی مصارف زکوٰۃ کے حساب سے نہیں مانتے ہیں۔ حج بیت اللہ کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے مقابلے میں کوہ مراد تربت کا ہر سال حج کرتے ہیں۔ اگرچہ آج کل اعتراضات سے بچنے کے لئے انہوں نے اس کا نام بدل کر زیارت رکھ دیا ہے۔ مگر اعمال و افعال و مقامات کے نام سب وہی ہیں جو بیت اللہ میں ہیں۔ قبلہ بیت اللہ شریف ان کے نزدیک اب منسوخ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ذکری مذہب کا بانی محمد اٹکی خود نبوت کا مدعی تھا

ذکریوں کی مشہور مذہبی کتابوں میں سے ایک "سیر جہانی" ہے۔ اس کتاب کے ص ۱۴۳ میں مہدی مذکور کی زبانی یہ جملہ بطور اقرار نقل کیا گیا ہے کہ۔

"ختم نبوت پیغمبران مرسلان نبیان است۔"

یعنی وہ تمام پیغمبر' رسولوں اور نبیوں کے لئے خاتم النبی ہے۔

اسی کتاب "سیر جہانی" کے ص ۱۴۳ و ص ۱۴۷ میں لکھا ہے کہ۔

"مہدی مدینہ منورہ چلے گئے جہاں انہوں نے نبی اور مہدی ہونے کا دعویٰ پیش کیا۔ لیکن ان کے (مدینہ والوں کے) دل اور سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ شخص سید دو عالم ہے اور امام و پیشوا و سالار ہے تمام مومن و مسلمانوں کا تجلی کل اور خاتم ہے تمام مرسلین کا۔ جو محمد مہدی ہے۔ آخر الزمان میں جن کا وعدہ ہوا ہے۔ سب نے یہ بات نہ مانی سوائے آٹھ آدمیوں کے کہ مدینہ میں یہ اس کی پاک ذات کے اسرار سے باخبر ہوئے اور انہیں یقین کرلیا اور ان کی نبوت کی سچائی کا یقین کرکے اس کا بیج اپنے دل کی زمین میں بویا۔" (سیر جہانی ص ۱۴۶ تا ص ۱۴۷)

"سیر جہانی" ص ۸۶ میں ہے کہ۔ "مہدی علیہ السلام فرمود دعویٰ پیغمبری این بندہ بقوت ہمراہی شما است۔"

"یعنی مہدی نے کہا کہ میرے پیغمبری کے دعویٰ کی بنیاد تمہارے ساتھ ہونے کی قوت سے ہے۔"

اسی کتاب میں دو سطر کے بعد لکھا ہے کہ (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ نے صاحب کمال (مہدی) سے کہا کہ مہدی تیرا منکر کافر ہے۔" سیر جہانی ہے کے ص ۸۷ میں ہے کہ۔

"خود را مہدی موعود بگوید' انکار خود را کافر داند۔" یعنی وہ اپنے آپ کو مہدی موعود کہتا ہے اور اپنے منکر کو کافر گردانتا ہے۔

نبوت کے دعویٰ کے سلسلے میں مزید دیکھئے۔ "فرمودات مہدی ص ۲۰ص ۲۲" اور دیگر کتب ذکریہ۔

ان تمام کتابوں کے مندرجات میں ایک بات قدر مشترک کے طور پر موجود ہے کہ ذکریوں کے خود ساختہ پیغمبر نے خود کو مہدی' نبی اور رسول کہا ہے نیز اپنے لئے ختم نبوت کا دعویٰ کر کے دوسرے تمام ادیان اور ان کے ماننے والوں کو کافر کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذکریوں کے نزدیک باقی تمام مسلمان کافر ہیں۔ اس سلسلے میں ذکری کتب کے حوالے ہم آئندہ درج کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

محمد اٹکی کے ماننے والے بھی اس کو نبی و رسول مانتے ہیں

جس طرح محمد اٹکی نے خود دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں' رسول' خاتم الانبیاء' افضل الرسل اور خدا کا نور ہوں۔ اس کے ماننے والے ذکری حضرات بھی اس کے بارے میں یہی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ مشہور ذکری مصنف کے ایم عمرانی اپنی تصنیف نور ہدایت ص ۷۹ میں زیر عنوان "نعت درشان حضرت محمد مہدی" لکھتا ہے۔

کنم نظم بنیاد از بہر دین
بہ مہدی و ہادی بلاغ المبین
امام رسل پیشوائے سبل
ہمہ ہیچو برگ است و او ہیچو گل

(نور ہدایت ص ۷۹)

آگے لکھتا ہے۔

توئی اصل کان ہمہ انبیاء
توئی جملگی را ازاں پیشوا
شفاعت نمائی تو از کردگار
ترا زین بشارت بود درشمار
بیا یک ہمہ انبیاء جمع شوند
بتو التماس شفاعت کنند
ہمہ سرفرود آورند آں چناں
شفاعت بخواہی ز رب جہاں

(نور ہدایت ص ۸۳)

یہ اشعار قاضی ابراہیم پنجگوری کے ہیں۔ جو ذکریوں کا ایک عظیم پیشوا گزرا ہے۔ کہتا ہے۔ "کہ ان کا پیغمبر تمام انبیاء کرام کا امام ہے۔ ان کی اور دیگر انبیاء کی مثال یوں سمجھیں کہ مہدی میوہ ہے اور باقی انبیاء پتے کی مانند ہیں۔ قیامت کے روز تمام انبیاء کرام ذکریوں کے پیغمبر مہدی اٹکی سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ تمام انبیاء علیہم السلام سر جھکائے ہوں گے اور مہدی اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔"

(نور ہدایت ص ۷۹ و ص ۸۳)

ذکریوں کا ایک اور مذہبی پیشوا "شے محمد درخشان قصر قندی" نے مہدی اٹکی کی شان میں مدح سرائی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ذکری مصنف صاحب نور تجلی نے ان اشعار کا عنوان "نعت مہدی موعود" رکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔

رسولی کہ ہر جملہ را سرور است
امین خدا تاج پیغمبر است
رسول خدا خواجہ ہرچہ است
ز بہبودی ایں جملہ را نقش بست
توئی خاتم جملہ پیغمبران
توئی تاجدار ہمہ سروران
تو بودی پیمبر تحقیق الیقین
کہ آدم نہاں بود درماء و طین

ترجمہ: مہدی ایسا رسول ہے جو تمام رسولوں کا سرور ہے۔ امین خدا ہے اور پیغمبر کا تاج ہے۔ جو خود رسول خدا ہے۔ جو سب کا آقا ہے جس کے لئے یہ کائنات پیدا کی گئی۔ اے مہدی تو تمام پیغمبروں کا خاتم ہے۔ یعنی خاتم الانبیاء ہے تو تمام سرداروں کا سردار ہے۔ تو بالیقین پیغمبر تھا اس وقت سے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔

(نور تجلی ص ۶۸ و ص ۶۹)

شیخ عزیز لاری جو مہدی اٹکی کے صحابیوں میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے اپنے "سفرنامہ مہدی" ص ۳ میں لکھا ہے۔

"نعت درشان حضرت سید المرسلین' نور محمد مہدی اول و آخرین حادی برگزین نور رب العالمین۔"

ترجمہ: حضرت سید المرسلین نور محمد مہدی کی شان کے بیان میں جو کہ اولین و آخرین ہے اور برگزیدہ حادی ہے' رب العالمین کا نور ہے۔

(سفرنامہ مہدی ص ۳)

ذکری رہنما ملا محمد اسحاق درزائی اپنے مہدی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تاویل قرآن' نبی تمام' سید امام' مرسل ختم' رفیع الکرام' نور محمد مہدی اول آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام۔"

ترجمہ از ذکری رہنما: قرآن تاویل کرنے والا ہے۔ آخری نبی ہے۔ اماموں کا سید ہے اور خاتم النبی ہے۔ نور محمد اول و آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(ذکر الٰہی ص ۳۹)

بعینہ یہی عبارت ایک دوسرے ذکری رہنما محمد ایوب شے زادہ نے اپنی کتاب "ذکر توحید ص ۳۶" میں درج کی ہے۔ کتاب مذکورہ ذکریوں کی نمائندہ مذہبی تنظیم "آل پاکستان مسلم ذکری انجمن کراچی" نے فروری ۱۹۸۳ء میں شائع کی ہے اور انجمن کے جنرل سیکریٹری کی اس پر تقریظ بھی ہے۔ نیز یہی عبارت نور تجلی ص ۱۲ میں بھی درج ہے۔ جس پر انجمن مذکور کے صدر کی تصدیق درج ہے۔

"سیر جہانی" ص ۵۹ ہے۔ "او خاتم ہمہ نبوت است" یعنی وہ مہدی ہر قسم کی نبوت کا خاتم ہے۔ ثنائے مہدی ص ۱۰ میں ہے

ظن و شک از دل ہمیں اندر اظہار ختم
آمدہ ختم رسالت کرد تاباں ایں بیان
از شافع المسلمین ختم جملہ مرسلین
تاجدار جملہ شاہان مہدی صاحب زمان

(ثنائے مہدی ص ۱۰)

ترجمہ: اس بات کے اظہار کرنے سے دل سے تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں کہ ختم رسالت اس بیان پر ختم ہو گیا ہے جو کہ شافع المسلمین و خاتم المرسلین ہے وہ تمام بادشاہوں کا تاجدار ہے یہی مہدی صاحب زمان ہے۔

ثنائے مہدی ص ۹ پر ذکریوں کے سابق پیشوا آنجہانی ملا عبدالکریم کا بھی ایک شعر نقل کیا ہے جس میں مہدی اٹکی کو تمام انبیاء کا سردار کہا گیا ہے۔

ذکریوں کا کلمہ مسلمانوں کے کلمہ سے جدا ہے

ذکری اپنے کلمہ کو مختلف طریقوں سے پڑھتے ہیں اور یہی کلمے ان کی قبروں پر بطور کتبہ لگے ہوئے ہیں۔ ان سب کلموں میں قدر مشترک "نور محمد مہدی رسول اللہ" ہے۔ ذکریوں کے چند ایک مشہور کلمے درج ذیل ہیں۔

(۱) لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ

عام طور پر ذکری اسی طرح کلمہ پڑھتے ہیں لیکن سفرنامہ مہدی ص ۵ پر یہ کلمہ درج ہے اور اس میں نور پاک کا لفظ نہیں ہے۔

(۲) لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ"

دیکھئے:

(ذکر وحدت ص ۲۹' ص ۱۷' ص ۱۸ وغیرہ سفرنامہ مہدی ص ۴' نور تجلی ص ۸۵' ص ۲۳' ذکر الٰہی ص ۱۰ تا ۲۰' ص ۲۸' ۲۹)

سفرنامہ مہدی ص ۴ میں اس کو کلمہ طیبہ کہا گیا ہے اور اس میں نور پاک کا لفظ نہیں ہے۔ نور تجلی اور ذکر الٰہی میں "الحق" کا لفظ نہیں۔ باقی کلمہ ہو بہو یہی ہے۔

(۳) "لا الہ الا اللہ نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین"

(نور تجلی ص ۱۷' ذکر توحید ص ۹' ۲۹' ۱۷)

ذکر توحید میں اس کلمہ کو کلمہ شہادت کہا گیا ہے اور سفرنامہ ص ۴ میں کلمہ طیبہ لکھا ہے۔ ان کے علاوہ بھی ذکری کتب میں کلمے لکھے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ ان تمام کلمات میں محمد مہدی کو "رسول اللہ" کہا گیا ہے جو کہ تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک بالاتفاق کفر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ مسلمانوں کا کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ ذکریوں کی جن کتابوں کا ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے وہ سب ذکریوں کی اپنی تصنیفات ہیں اور اکثر ذکریوں کی اپنی رجسٹرڈ انجمن کی شائع کردہ ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں ذکریوں کے ذمہ دار افراد اور رجسٹرڈ انجمن کی مصدقہ کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔

ذکریوں کے نزدیک ان کے مہدی کو نہ ماننے والا شخص کافر ہے

ذکریوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ان کے مہدی کو نہ مانے' یا اس کی تکذیب کرے وہ کافر اور جہنمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

عام مسلمان جو ذکری مذہب پر یقین نہیں رکھتے اور ذکریوں کے جھوٹے مدعی نبوت کا اقرار نہیں کرتے ہیں وہ سب کے سب کافر ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو قلمی نسخہ شے محمد قصر قندی مترموسیٰ نامہ ص ۱۵-۱۳ میں ہے۔ (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ نے تورات میں کہا ہے کہ جو مہدی کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جو مہدی کو جھٹلائے وہ کافر ہے اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے موسیٰ! جو مہدی کے بارے میں شک کرے وہ کافر ہے۔"

اسی کتاب کے ۱۵۵ اور ۱۵۳ ص ۱۵۸ میں بھی محمد مہدی کے نہ ماننے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔ ثنائے مہدی ص ۷ میں ذکری رہنما ملا ابراہیم پنجگوری کا شعر نقل کیا ہے۔ جس کا مفہوم ہے کہ "اے مہدی جو تیرے دین کو سمجھے وہ کامیاب ہے اور کافر لوگ تیرے دین کے منکر ہوتے۔" اور ثنائے مہدی ہی کے ص ۴۹ میں اسی ملا ابراہیم پنجگوری کا شعر نقل کیا ہے جس میں مہدی پر یقین نہ کرنے والوں کو گائے اور گدھے سے بدتر قرار دیا ہے۔

قصص الغیبی ص ۴۲' فرمودات مہدی ص ۹۹' سیر جہانی ص ۲۸' ۸۲' ۸۸ حقیقت نور پاک و سفرنامہ مہدی ص ۴۳ میں محمد مہدی کے نہ ماننے والوں کو کافر اور جہنمی لکھا ہے۔ بلکہ سیر جہانی ص ۷۳ میں تو ایسے شخص کو بہت بڑا کافر لکھا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ذکری خود تو پورے عالم کے مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور مسلمانوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ انہیں مسلمان سمجھیں۔

ذکریوں کے نزدیک مقام محمود سے مراد "کوہ مراد" ہے

قرآن شریف کی آیت مبارکہ **عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا** سے مراد ذکریوں کے نزدیک کوہ مراد ہے۔ جو تربت مکران میں ہے۔ یہ پہاڑی تربت شہر سے متصل جنوب میں کمشنری اور فوجی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ ہی واقع ہے۔ ذکری ہر سال رمضان کو یہاں حج کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ ذی الحجہ کو یہاں عمرہ ادا کرنے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی وہ وقتاً فوقتاً اس پہاڑی کی زیارت کو آجاتے ہیں۔ ذکریوں کے نزدیک "مقام محمود" سے مراد یہی کوہ مراد ہے۔ یہ بات جہاں عام ذکریوں میں تواتر کو پہنچی ہوئی ہے وہاں ذکریوں نے اپنی کتابوں میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ذکری مصنف جی ایس بجارانی نے اپنی کتاب "نور تجلی" میں لکھا ہے۔

زیارت کوہ مراد: یہ مقدس جگہ مقام محمود ہے۔ اس لئے ذکری عقائد کی بنیاد پر مقام محمود کی زیارت کرنا فرض اور لازمی ہے کیونکہ مقام محمود شفاعت کبریٰ کی جگہ ہے۔ چند علمایان دین کا خیال ہے کہ مقام محمود چوتھے آسمان پر ہے۔ یہ مقام جگہ شفاعت کبریٰ کی جگہ ہے بھلا کوئی بتائے کہ آسمان پر کون انسان جا سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے عقائد کی رو سے مقام محمود یہی ہے۔"

(نور تجلی ص ۴۱)

یہ کتاب ذکری مصنف کی ہے اور ذکریوں کی رجسٹرڈ انجمن آل پاکستان مسلم ذکری انجمن کراچی کے صدر نے اس کی تصدیق بھی کی ہے۔

واضح رہے کہ آیت مذکورہ بالا میں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے مگر ذکری اس سے مراد اپنے مہدی اٹکی ہی لیتے ہیں۔

ذکریوں کے نزدیک مہدی تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں

اس سلسلے میں اگرچہ بعض حوالوں کا ذکر اس سے قبل بھی ہو چکا ہے۔ مزید چند ایک حوالے پیش خدمت ہیں۔ مشہور ذکری رہنما شے محمد قصر قندی اپنے قلمی نسخہ موسیٰ نامہ میں لکھتے ہیں۔

"حق تعالیٰ گفت اے موسیٰ! در تورات گفتہ ایم من کل الانبیاء خیر المہدی" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! میں نے تورات میں کہا ہے کہ تمام انبیاء سے مہدی بہتر ہے۔"

(موسیٰ نامہ ص ۹۹)

مزید لکھا ہے کہ۔

"حق تعالیٰ گفت اے موسیٰ! مہدی حبیب است و تو کلیم یعنی حبیب فاضلتر است از کلیم۔" یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے موسیٰ! مہدی حبیب ہے اور تو کلیم اور حبیب کلیم سے افضل تر ہے۔"

(موسیٰ نامہ ص ۱۰۱' ۱۰۰)

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ۔

"اگر بر مہدی ایمان نیاری ترا در آتش بسوزانم۔" یعنی اے موسیٰ! اگر مہدی پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہیں دوزخ میں جلا دوں گا۔ العیاذ باللہ۔

ان کے علاوہ

ان کے علاوہ ذکری مذہب سر تاپا اسلام سے جدا ایک مذہب ہے۔ اختصار کے پیش نظر چند مخصوص موضوعات پر صرف ذکری کتابوں کی نشاندہی کروں گا تاکہ حقیقت کے متلاشی کے لئے مسئلہ واضح ہو جائے۔

مثلاً "**توہین انبیاء علیہم السلام اور توہین فرشتوں**" کے لئے ملاحظہ ہو ذکریوں کی کتب نور ہدایت ص ۸۳' ۸۷ اور نور تجلی ص ۶۸' ۷۲ و موسیٰ نامہ ص ۱۰۰' ۱۰۱ وغیرہ)

ذکری کتابوں میں تحریف قرآن کی گئی ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن تا قیام قیامت محفوظ رہے گا۔ تحریف قرآن کے لئے ملاحظہ ہوں۔ ذکریوں کی درج ذیل کتابیں۔

(نور تجلی ص ۵' ۲' ۱۰' ۱۹' ۳۰' نور ہدایت ص ۸۰ وغیرہ) اور (ذکری مہدوی تفسیر از ملا خدا داد جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جس میں قرآن کی تحریف نہ کی گئی ہو۔

ذکریوں کے نزدیک شریعت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے لئے اپنی کتابوں میں مستقل امت مہدی۔ دین مہدی اور شرع مہدی وغیرہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (موسیٰ نامہ قلمی نسخہ ص ۱۵۳' قصص الغیبی ص ۲' ۸' ۲۳' ۲۴ وغیرہ اور معراج نامہ قلمی نسخہ ملا نور الدین ص ۲۴' ۳۵' ۴۳' ۴۴)

ذکری نماز کے منکر ہیں اس کی بھی ذکری مصنفین نے تصریح کی ہے چنانچہ ملا نور الدین نے اپنے قلمی نسخہ ص ۴۱ میں صراحتاً لکھا ہے کہ نماز جمعہ و عیدین کفر ہیں اور باقی نمازیں پڑھنا گناہ کبیرہ' ناجائز اور خطاء فاحش ہے۔ مگر اس کی سب سے بڑی دلیل کہ ذکری نماز نہیں مانتے ہیں یہ ہے کہ ذکری مسلمانوں کے لئے نمازی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو ذکری کہتے ہیں۔ "ذکری نمازی" کی تقسیم کا بھی معنی یہی ہے کہ وہ اپنے کو نمازی یعنی نماز پڑھنے یا ماننے والا نہیں کہتے ہیں۔

یہی حالت ذکریوں کے نزدیک دیگر عبادات زکوٰۃ' روزہ اور حج بیت اللہ کی ہے کہ ذکری ان کا بھی انکار کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (موسیٰ نامہ ص ۳۴) (بین ذکری ہوں ص ۷' ۳۰' ۳۹ اور قصص الغیبی ص ۲۸) وغیرہ

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم نے جتنے حوالے دیئے ہیں۔ یہ تمام کی تمام کتب خود ذکریوں کی اپنی لکھی ہوئی ہیں۔ ہم نے بطور مثال ایک بھی مسلمانوں کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے کسی فرصت میں انشاء اللہ انگریزوں' ہندوؤں اور دیگر غیر جانبدار مصنفین کی کتابوں کے حوالہ سے ہم ایک الگ مضمون لکھیں گے۔ جس سے یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ ان تمام نے ذکریوں کو عام مسلمانوں سے الگ کر کے شمار کیا ہے۔

جب صورت حال یہ ہے کہ ذکریوں کے عقائد و اعمال مسلمانوں سے جدا ہیں تو ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خواہ مخواہ اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دیگر مسلمانوں کے اشتعال کا سبب بنیں بلکہ ان کو چاہئے کہ اپنے عوام و خواص کو اس پر راضی کر لیں کہ جب ہمارا کوئی بھی عقیدہ مسلمانوں سے نہیں ملتا تو ہم یہ اعلان کر دیں کہ ذکری مذہب اسلام سے الگ ایک دین ہے۔ اب ان کی مرضی کہ وہ اس کے بعد اپنے آپ کو ذکری کہیں یا کچھ اور۔

نیز یہ غلط فہمی بھی ذکریوں کو اور بلوچ نواز طبقے کو نہیں ہونی چاہئے کہ اس سے ذکریوں یا بلوچوں کے شہری حقوق متاثر ہوں گے۔ بالکل ایسا نہیں ہے پاکستان میں ہندو' سکھ' عیسائی' پارسی اور دیگر بہت سے مذاہب کے ماننے والے بستے ہیں۔ سب کے ملکی اور شہری حقوق جس طرح ان کو مل رہے ہیں اسی طرح ذکریوں کو بھی ملیں گے۔ بلکہ اسلام تو موجودہ حکومتوں سے زیادہ غیر مسلم ذمیوں کے حقوق کا دفاع کرتا ہے۔ آئندہ کی فرصت میں انشاء اللہ ہم غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں ایک مفصل مضمون سپرد قلم کر دیں گے۔ (واللہ الموفق والمعین)

ختم نبوت

وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان کی طرف سے شائع کردہ خطباتِ جمعہ میں سے ایک خطبہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمدن النبی الامی الذی لا نبی بعدہ.....

اما بعد!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

محترم سامعین!

ہمارا آج کا موضوع ہے "ختم نبوت"

ختم کا معنی ہے مہر لگانا۔ بند کر دینا۔ آخر تک پہنچ جانا یا کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا...... اور نبوت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو بذریعہ وحی خبریں یا احکام ملنا۔ یعنی نبی ہونا۔ اس طرح ختم نبوت کے لفظی معنی ہوئے نبوت کا ملنا بند ہو جانا۔ سب سے آخری نبی کا پہنچ جانا اور آئندہ کسی نبی کے ہونے کے تمام امکانات ختم ہو جانا۔

اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے اب ختم نبوت کا مطلب یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ ہمارے آقا۔ مولا۔ شاہ ہر دوسرا۔ رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور یہ کہ آپؐ کے بعد اب قیامت تک کوئی اور کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا۔

آنحضورؐ کے بعد نبوت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند تسلیم کرنا۔ ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا۔ تمام مسلمانوں کے ہر مسلک۔ ہر مکتب فکر اور ہر ایک فرقے کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس بارے میں کبھی دو مسلمانوں کے درمیان بھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول یا نبی یا صاحب وحی ہونے کا دعوٰی کرے وہ اور جو کوئی اس کے دعوٰی کو مانے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ "ختم نبوت" وحدتِ ملت کی مضبوط اساس۔ بلکہ ضمانت ہے۔ کسی نئی نبوت کے دعوٰی کی صورت میں اس اساس پر ضرب لگانے والے کو ہمیشہ صرف باغی ہی نہیں بلکہ مرتد، کافر اور بدترین دشمن ملت قرار دے کر اسے سزائے موت کا مستحق گردانا گیا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت ایسے قوی اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت ہے کہ یہ مسلمانوں کے ہاں مسلمات میں شمار ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ محض عوام کو بھی باخبر رکھنے کے لئے ان دلائل کو یکجا کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی لیکن انیسویں صدی عیسوی میں جب برطانوی استعمار کے زیر سایہ پروان چڑھنے والی نبوت کے فتنۂ عظیم کے مرکزی کرداروں نے مسلمانوں کی علمی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ ایسے دلائل بھی گھڑ لئے جن کے ذریعے لوگوں کو بہکایا اور الجھایا جا سکتا ہے۔ تو ختم نبوت کے لئے اصلی اور عقلی دلائل کو جمع کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ جس کی ترجیحی ترتیب یوں ہے:۔

قرآن۔ حدیث۔ اجماع صحابہؓ اور اجماع امت اور دیگر عقلی دلائل۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ان مصادر میں سے ہر ایک میں واضح اور دو ٹوک دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے قرآن مجید کو لیجئے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں سے دو آیات اس مسئلہ پر ایسی واضح اور قطعی دلالت کرتی ہیں کہ اس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

ترجمہ:۔ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔"

یہ اتمام نعمت اس دین کی تکمیل سے ہوا۔ اس کے بعد دین میں کسی ترمیم تصرف یا اضافہ کی گنجائش نہ رہی اور نہ کسی نبی کی بعثت کی حاجت رہ گئی۔

اگرچہ تکمیل دین کا یہ اعلان بھی صرف قرآن اور اسلام ہی کی خصوصیت ہے ادیان عالم کی کتب مقدسہ میں اس قسم کے اعلان کی کہیں مثال نہیں ملتی اور یہ اعلان خود ختم نبوت کو مستلزم ہے لیکن اس غرض سے کہ آئندہ کسی شخص کے لئے دعوٰی نبوت کی ادنیٰ گنجائش بھی باقی نہ رہے قرآن کریم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی تصریح کر دی اور بتایا کہ نبوت آپؐ پر ختم ہو گئی۔

چنانچہ فرمایا:۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

ترجمہ:۔ "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔"

لفظ خاتَم اور خاتِم دونوں کے معنی لغت میں آخر کے ہیں اور اس معنی کے لحاظ سے آیت زیر بحث میں "خاتم النبیین" کے معنی "نبیوں میں سب سے آخر آنیوالا"، "سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والا" اور "آخری نبی" بھی ہیں۔ قرآن کریم کی کسی دور اور کسی ملک میں لکھی گئی تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ سب میں اس آیت کے تحت ہر جگہ نہ صرف "خاتم النبیین" کے معنی "آخری نبی"، "آخر الانبیاء" اور "لا نبی بعدہ" لکھے ہیں بلکہ ہر جگہ آپ کو ساتھ ہی یہ تصریح بھی ملے گی کہ "اب ہر مدعی نبوت بلا تفریق "زندیق، مرتد، دشمن اسلام اور واجب القتل ہے" اور یہ خیال رہے کہ "خاتم النبیین" کے معنی "آخری نبی" کسی دور از کار تاویل یا لغت سے محروم استدلال کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ لغت اور سنت ہر رو سے ثابت معنی یہی اور صرف یہی ہیں۔ "خاتم النبیین" کے معنی "سب سے افضل

وہ بہتر، لہٰذا ایک مغالطہ بھی ہے اور جہالت بھی۔

اب ذرا سنتِ رسولؐ کی طرف آئیے تو ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اقوال میں اتنا زیادہ اور اتنا واضح مواد ملتا ہے جو ختم نبوت کے بارے میں ہر طرح کے شک و شبہ کو بالکل دور کر دیتا ہے۔ چند اہم احادیث حق طلب لوگوں کے غور و فکر کیلئے پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) آنحضورؐ نے فرمایا:۔

"میری اور انبیاءؑ کی مثال ایک محل کی ہے جو اچھی طرح تعمیر کیا گیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ دیکھنے والے اسے گھوم پھر کر دیکھتے اس کی شاندار تعمیر (عمارت) سے حیران رہ جاتے مگر یہ اینٹ والی جگہ (کھٹکتی تھی) پس میں نے آکر اس آخری اینٹ والی جگہ کو بند کر دیا۔ میرے ذریعے عمارت تکمیل کو پہنچ گئی اور میرے (آنے کے) ساتھ پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:۔

"میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی انبیاءؑ میں سب سے آخری ہوں"

اس مضمون کی احادیث الفاظ کے تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابو سعیدؓ کی روایت کردہ احادیث بخاری و مسلم کے علاوہ مسند احمد اور ترمذی میں بھی موجود ہیں۔

۲۔ ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:۔

مجھے سب انبیاءؑ پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے کلماتِ جامع عطا کئے گئے۔ مجھے رعب سے مدد دی گئی۔ میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔ روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور ذریعہ طہارت بنا یا گیا۔ مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا اور میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ حدیث مسلم اور ترمذی میں آئی ہے اور اس میں "ختم بی النبیون" کے الفاظ بالکل واضح ہیں کہ آپؐ پر نبوت ختم ہو گئی۔

۳۔ بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت جبیر بن مطعمؓ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی روایت کردہ احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے سامنے خود اپنے ذاتی اور بعض صفاتی اسماء مبارکہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے .... الماحی، الحاشر، العاقب اور المقفی کا مطلب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی یہ ثابت ہے کہ الذی لیس بعدہ نبیٌ (جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے) اور آخر الانبیاء (نبیوں میں سب سے آخری نبی)

۴۔ عقبہ بن عامر سے یہ روایت ہے جو کہ ترمذی نے بیان کی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا:۔

لو کان بعدی نبیٌ لکان عمر بن الخطابؓ

ترجمہ:۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتے"

(۵) آنحضورؐ نے نہ صرف اپنے "آخری نبی" ہونے کی وضاحت بار بار "لا نبی بعدی" "لیس بعدی نبی" اور "انقطعت النبوۃ" جیسے واضح لفظوں میں فرمائی، بلکہ بعض جھوٹے نبیوں کے ظہور پذیر ہونے کے بارے میں خبردار بھی کیا۔

قرآن کریم کے ارشادات اور احادیث نبویؐ کی تصریحات کے بعد کسی اور ماخذ یا مصدر سے کسی مزید ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تاہم اس سلسلہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے لئے اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے آخری حصے میں اور آپؐ کے وصال کے فوراً بعد عرب میں جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہوئے۔ ان میں مسیلمہ کذاب خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کیونکہ وہ دوسرے مدعیانِ نبوت کی نسبت زیادہ قوی بھی تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کرتا تھا۔ اس کے باوجود تمام صحابہ کرامؓ نے اس کے خلاف جہاد کیا اور اس کے ساتھ اسیرانِ جنگ اور مالِ غنیمت کے بارے میں، باغی مسلمانوں کے بجائے کافروں کے ساتھ جنگ والے احکام پیشِ نظر رکھے گئے۔ کسی ایک صحابیؓ نے بھی یہ موقف اختیار نہیں کیا کہ اس سے دعویٰ نبوت کی حقیقت اور صداقت کو پرکھ لو۔ کیونکہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ حضورؐ کے بعد اب اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایسے تمام فریبی انسانوں کے ساتھ جنگ روا رکھی اور دارالسلام سے اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا۔ اس رویے کو امتِ مسلمہ نے بعد کے تمام ادوار میں اختیار کیا اور آئندہ بھی جب کوئی شخص ایسا دعویٰ کرے گا، نہ صرف یہ کہ اس کی تکذیب کی جائے گی بلکہ اس کا رد بھی کیا جائے گا اور اگر ایسا کوئی شخص اسلامی حکومت میں ہو گا اس کے خلاف بھی جنگ کی جائے گی۔

قرآن و سنت اور اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اس مسئلہ پر گذشتہ چودہ سو سال سے جمہور فقہاء، مفسرین، متکلمین اور محدثین کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی قسم کی نبوت۔ ظلی یا بروزی، تشریعی یا غیر تشریعی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ان حقائق و شواہد کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں متعدد جھوٹے نبیوں اور مہدیوں نے دعوے کئے جن میں سے اکثر کا سختی کے ساتھ رد کیا گیا اور ان کا انجام بہت برا ہوا۔ البتہ ان میں سے تین جماعتوں کو خاص پذیرائی ملی اور وہ آج تک اپنا تشخص قائم رکھنے میں کامیاب ہیں۔ ہماری مراد بہائیوں، ذکریوں اور قادیانیوں سے ہے۔

بہائی مذہب اپنے بانی بہاؤ اللہ کے نام کی نسبت سے گیارہویں صدی ہجری میں ایران میں رونما ہوا۔ یہ مذہب اس عقیدہ کی پیداوار ہے کہ ہر ہزار سال کے بعد پرانی شریعت منسوخ ہو گی اور امتِ اسلامیہ میں ایک مجدد پیدا ہو گا جو نئی شریعت لائے گا اس کا آغاز تو محمد علی باب نے کیا جس نے کہ مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی اس بات کا اظہار کیا کہ میرے بعد مسیح رونما ہو گا۔ جس کا نمائندہ مرزا حامد حسین الملقب بہاؤ اللہ نے اٹھایا اور نبوت کا داعی ہوا۔ ختم نبوت کے علاوہ اس جماعت نے بنیادی عقائد اسلام سے لے لئے ہیں۔ البتہ احکام شریعت میں اور بہت سی تحریفات کر دیں۔ مثلاً نماز صرف ایک ہے۔ مہینہ صرف انیس روز کا ہوتا ہے۔ اس لئے رمضان کے روزوں کی تعداد بھی انیس ۱۹ ہے۔ خانہ کعبہ کے بجائے نماز میں عکہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ عالمی برادری کے تصور کی وجہ سے تمام مذاہب کے ساتھ مناکحت کی اجازت ہے۔ عورت کے لئے پردے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ان کی تمام "فلاسفی" "اصل پرستی" پر مبنی ہے۔ اس سلسلہ میں

ان کے بانی کا قول ہے:۔

"مذہب باید کہ مطابق سائنس باشد"

دوسرے گروہ کی بنیاد تصور مہدیت پر ہے۔ جس کا بانی مہدی جونپوری تھا۔ جس نے اپنے دعویٰ مہدیت کا آغاز بیکراں سے کیا۔ اور چند شعبدے دکھا کر سادہ دل عوام کو گمراہ کیا۔ اور ساری اسلامی شریعت کو پامال کیا۔ ان کا کعبہ تربت (بیکراں) کے قریب کوہ مراد کے دامن میں ہے جہاں تمام ذکری سال کے خاص ایام میں جمع ہو کر حج کرتے ہیں۔ نماز کے بجائے اپنی عبادت گاہ میں جمع ہو کر ذکر کرتے ہیں۔ اسی نسبت سے ذکری کہلاتے ہیں۔ ان کی تعداد زیادہ نہیں۔ ساحل مکران اور بعض خلیج کے علاقوں میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد میں روز بروز کمی واقع ہو رہی ہے۔

ان میں سے تیسری جماعت میں شامل لوگ اپنے بانی مذہب کے نام مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت سے مرزائی اور احمدی کہلاتے ہیں اور اس کی جائے ولادت قادیان کی نسبت سے قادیانی کہلاتے ہیں۔ یہ مذہب اسلام کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ ان کے تمام بنیادی عقائد بظاہر وہی ہیں جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہیں لیکن اس کے باوجود مرزا نے نبوت کا اعلان کیا اور اس کے ماننے والے اسے نبی سمجھتے ہیں۔ وہ تجلیات الٰہیہ میں اس بات کا دعویٰ یوں کرتے ہیں:۔

"میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا"

ایک اور جگہ اس کا دعویٰ اس طرح ہے:۔

"میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"۔

ایک مقام پر اس نے کہا:۔

"منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد"۔

(ترتیب تیمین)

یعنی میں ہی مسیح زماں ہوں۔ میں کلیم اللہ ہوں۔ میں ہی محمد و احمد ہوں جو مقبول ہوا۔

غرضیکہ اس نے اپنی نبوت، مسیحیت اور مہدویت سے متعلق دعوے کئے اور اپنے نئے مذہب کا پرچار شروع کیا۔ انگریز کے سایۂ عاطفت میں اسے خاصی مقبولیت بھی ہوئی۔ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی جماعت اور قادیانی ٹولے کے بانیوں کے دعووں کو سامنے رکھئے اور قرآن کریم کی آیہ "الیوم اکملت لکم دینکم" پر غور فرمایئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دین اپنے کمال کو پہنچ گیا تو پھر کسی اور نبی کی ضرورت کیسے باقی رہ جاتی ہے۔ نبی کسی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح ہی کی غرض سے نہیں آتا بلکہ اس لئے مقرر ہوتا تھا کہ وحی الٰہی کے ذریعے گذشتہ پیغام کی تکمیل کرے یا نیا پیغام دے یا پھر اس پیغام کو تحریفات سے پاک کرے۔ قرآن کریم کی موجودگی کی وجہ سے وحی الٰہی کی تمام ممکنہ ضرورتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اصلاح کی غرض سے انبیاءؑ کی ضرورت نہیں رہی۔

اس لئے یہ بات قابل غور ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کے باوجود کسی بھی شخص کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں دائرۂ اسلام سے کیوں خارج نہ سمجھا جائے اور ایسے مدعیان نبوت کو حضور علیہ السلام کی حدیث مبارک کی روشنی میں ان تیس جھوٹے نبیوں میں کیوں شمار نہ کیا جائے جن کے متعلق آپ نے فرمایا:

"میری امت میں تیس جھوٹے نبی پیدا ہوں گے جن کے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں" حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا"

لہٰذا علی محمد باب ہو یا بہاؤ اللہ، مہدی جونپوری ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی یا ان کے علاوہ کوئی اور جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ کاذب اور مرتد ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

تعارف مسجد و مدرسہ ابراہیم

المدارس

○ مسجد و مدرسہ ہذا انجمن مدرسہ قاسم القرآن قاسم بیلہ کینٹ ملتان کی شاخ ہے

○ مبارک ٹاؤن کی نہایت گنجان آباد میں واقع ہے

○ ادارہ ہذا میں آپ کے بچے اور بچیاں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعداد طلباء روز بروز بڑھ رہی ہے

○ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مبارک ٹاؤن میں تقریباً اٹھارہ مرلے جگہ ادارہ کے لئے حاصل کر لی گئی ہے

○ مسجد و مدرسہ کی تعمیرات کے سلسلہ میں مخیر حضرات کی توجہ ضروری ہے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ کا بہترین موقعہ ہے

○ زکوٰۃ، صدقات، عطیات، خیرات، عشر، فطرانہ، چرم قربانی اور سامان تعمیر سیمنٹ، سریا، بجری وغیرہ سے تعاون فرمائیں

○ ادارہ کے نام کی نسبت حضرت قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے

خادم مدرسہ

مولانا غلام محمد ہزاروی

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف۔ ۹۱۔ صرافہ
میٹھادر کراچی فون ۔ ۲۵۵۰۲۷

طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے
سفر جل کے فوائد

سفر جل دل کو طاقت اور سانس کو خوشبودار بناتا ہے

اصل موضوع پر تحریر کرنے سے پہلے میں جناب ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب کی صحت اور درازی عمر اور ایمان کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں جس نے طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نادر کتاب کو بڑی محنت جانفشانی اور محبت سے تحریر کیا ہے جس سے اُن کے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ملتا ہے اُنہی کی کتاب سے اس مضمون کو ترتیب دیا جا رہا ہے اور اس رسالے میں طبی مضامین لکھنے کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ قارئین حضرات دیسی جڑی بوٹیوں سے آشنا ہوں اور سستی اور آسان طریقہ علاج سے شفایاب ہوں یہ چیزیں آسانی سے ہر جگہ مل جاتی ہیں اور آسانی سے بنائی جا سکتی ہیں آج کل کے اس مہنگائی کے دور میں قیمتی دوائیں خرید کر استعمال کرنے کی ہر ایک کے اختیار کی بات نہیں ہوتی۔

بہی جس کو سفر جل یا بیلگری بھی کہا جاتا ہے سیب کی شکل کا پھل ہے فارسی میں شل اور انگریزی میں کوئنس کہا جاتا ہے یہ پھل دنیا کے اکثر ممالک کے پہاڑی علاقوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے پاکستان میں آزاد کشمیر، مری، سوات اور مردان کے علاقوں میں کاشت کیا جاتا ہے پک جانے پر بہت لذیذ ہوتا ہے۔ تاہم بعض ہونے کی وجہ سے پرانی پیچش، حزن آنے میں بہت مفید ہوتا ہے تازہ سفر جل خوشبودار ہوتا ہے۔ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو وہ اس وقت اپنے اصحاب کی مجلس میں تھے اُن کے ہاتھ میں سفر جل تھا جس سے وہ کھیل رہے تھے فرمایا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کر یہی سفر جل دل کو طاقت دیتا ہے سانس کو خوشبودار بناتا ہے اور سینے سے بوجھ کو اُتارتا ہے حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت فرماتے ہیں نبی کریم نے فرمایا کہ سفر جل کھاؤ کیونکہ وہ دل کے دورے کو ٹھیک کرتا ہے اور سینہ سے بوجھ اُتارتا ہے اور مزید فرمایا کہ سفر جل کو نہار منہ کھانا چاہیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اطعموا حبالاکم السفرجل یجمد الفواد ویحسن الولد (ذہبی)

اپنی حاملہ عورتوں کو سفر جل کھلایا کرو۔ کیونکہ یہ

حکیم نذیر احمد شیخ

دل کی بیماریوں کو ٹھیک کرتا ہے اور لڑکے کو حسین بناتا ہے۔

ان روایات میں ایک ہی پھل کے متواتر استعمال کرنے کی تاکید فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر جل کے طبی کمالات کے قائل تھے اسے نہار منہ کھانے کی ہدایت فرمائی ہے اور دل کی مختلف بیماریوں کے لیے اسے اکسیر قرار دیا ہے۔

محدثین کی نظر میں سفر جل دل سے سدوں کو نکالتا ہے اور دل کی نالیوں سے رکاوٹ کو دور کرتا ہے اور انہیں وسیع کرتا ہے اس سے دل کی وہ کیفیت بھی مراد ہے جب دل کی معمول کی کارگزاری متاثر ہو۔ ایسی صورت میں سفر جل کا بار بار استعمال مفید بتایا گیا ہے ان حضرات نے یہ مشاہدات اور تجربہ اُس وقت کیے جب لوگ اس بات سے بھی ٹھیک طرح آگاہ نہ تھے کہ دل کو کونسی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں کیونکہ اُس وقت کوئی تشخیص مرض کرنے کا کسی قسم کا بھی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ تاریخ طب میں دل کے دورے کی پہلی تشخیص ابو داؤد کی روایت کے مطابق سعدؓ بن ابی وقاص کی بیماری میں نہ صرف کی گئی بلکہ مریض کا چند دنوں میں مکمل علاج بھی کیا گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے اندر کے علاوہ دوسری بیماریوں کے بارے میں اظہار خیال فرماتے ہوئے ان کیفیات اور علامات کا ذکر فرمایا جن کے بارے میں علم الارض کے ماہرین کو بیسویں صدی کے نصف کے قریب جا کر معلوم ہوا۔ دل کے مریضوں کو جب کبھی دورہ پڑتا ہے تو اس کی ابتدا چھاتی میں بوجھ کھچاؤ اور درد کی کیفیت محسوس ہوتی ہے اسی صورت میں مریضوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ زبان کے نیچے مختلف قسم کی گولیاں ہوتی ہیں رکھ دی جائیں تو تکالیف فوراً ٹھیک ہو جاتی ہے دل کے مریض یہ گولیاں ہمیشہ اپنے پاس رکھتے ہیں اور درد کے وقت زبان کے نیچے گولی رکھ دی جاتی ہے اسی صورت میں بہتر علاج طب نبوی میں سفر جل یعنی بہی جیسا لذیذ پھل بتایا گیا ہے میٹھا سفر جل ٹھنڈک پہنچاتا ہے اس کا مربہ عام طور پر بازار میں ملتا ہے بہی مقوی قلب کے علاوہ پیاس کو کم کرتا ہے قے روکتا ہے پیشاب آور ہے۔ پیٹ کے السر میں مفید ہے پرانی پیچش اور ہیضہ میں میں نے کئی مریضوں کا علاج بہی سے کیا ہے اور اللہ پاک کے فضل سے بہت شفا حاصل ہوئی۔ دیسی دواؤں کے بہت سارے مرکبات میں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ کھانے سے پہلے اس کو استعمال کیا جاتا ہے تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ کھانے سے پہلے اس کے استعمال سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور کھانے کو ہضم کرتا ہے زیادہ مقدار میں ایک ہی وقت میں نہ کھایا جائے۔ اس کو شہد کے ساتھ ملا کر کھانے سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے سفر جل سانس کی گھٹن کو دور کر کے اسے خوشبودار بناتا ہے اور پیٹ کی سوزش میں کمی آ جاتی ہے اس کے کھانے سے جسم کے اکثر مقامات کے ورم تحلیل

ہوجاتے ہیں۔ دل اور جگر معدہ کے لئے قوت بخش ہے خون پیدا کرتا ہے بھوک کھل کر لگتی ہے، حاملہ عورتوں کو خاص طور پر کھلایا جائے۔ رتی سے چھ ماشہ سے زیادہ نہ لیا جائے۔ بہی کا مربہ یا شربت متلیات کے نشہ کو زائل کرنے میں بہت مفید ہے۔ منہ کی بدبو جاتی رہتی ہے سفرجل کے استعمال سے منہ اور گلے کے چھالے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

بہر صورت جس چیز کو ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے اس میں شفا ہی شفا ہے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے البتہ اعتدال کے ساتھ استعمال ٹھیک ہوتا ہے۔

انشاء اللہ آئندہ بھی طبی معلومات طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے قارئین کی خدمت میں وقتاً فوقتاً پیش کی جائیں گی جس کے لئے بھائیوں کی دعاؤں کا طلبگار ہوں۔ کسی بھی طبی معلومات اور مشورہ کے لئے جوابی لفافہ روانہ کریں اس رسالے کے معرفت خط لکھ کر جواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دکھی اور مجبور انسانوں کی خدمت کے لئے
وقف ادارہ عتیقی ٹرسٹ کے پروگرام

۱۔ دار الاولاد: (بچوں کا گھر) یتیم، معذور، بے سہارا اور لاوارث بچوں کی مکمل کفالت اور تعلیم و تربیت کرنا۔

۲۔ شفاخانہ: غریب نادار مریضوں کا مفت علاج کرانا۔

۳۔ ایمبولنس سروس: غریب مریضوں اور میتوں کے لئے بلا معاوضہ ایمبولنس مہیا کرنا۔

۴۔ امان گاہ: گم شدہ بچوں کو والدین تک پہنچانا۔

۵۔ خدمت الاموات: لاوارث اموات کی تجہیز و تکفین کا بندوبست۔

مندرجہ بالا پروگراموں سے اگر آپ اتفاق کرتے ہیں تو ہمارے ادارے کے ساتھ حسب توفیق بھرپور اعانت فرمائیں۔ انشاء اللہ آپ ہمیں اپنے اعتماد کا امین پائیں گے۔

عتیقی ٹرسٹ ملتان پوسٹ بکس نمبر ۴۹۔
فون:۔ 524858 ,32762
اکاؤنٹ:۔ 4-B-L ,3368
چوک مہربان کالونی برانچ

بقیہ: کسوف و خسوف کی روایت

کسوف اس روایت کے ظاہری الفاظ سے ظاہر ہوتے ہیں وہ خلاف قانون قدرت ہیں لہذا تاویل کی ضرورت ہے ہم کہتے ہیں کہ جب روایت مذکورہ کے راوی کاذب اور مختل ہیں تو روایت مذکورہ کا غلط نہ رہی اور اگر روایت صحیح ہے تو ان دونوں نشانیوں کا خارق عادت طور پر واقع ہونا بھی ضروری ہے

ہونا ثابت ہوا۔ لہذا تاویل کی ضرورت ہے ہم کہتے ہیں کہ جب روایت مذکورہ کے راوی کاذب اور مختل ہیں تو روایت مذکورہ کا غلط ہونا ثابت ہوا۔ لہذا دوسرا کا تاویل کی ضرورت نہ

بقیہ: فطرہ کے احکام و اصول

طرح مدرسہ کی معلم کا معاوضہ صدقہ فطر سے دینا بھی جائز نہیں ہے۔ نہ ہی صدقہ فطر سادات کو دیا جاسکتا ہے۔

(۹) البتہ فقیروں، مسکینوں، قرض داروں، متعلمین، مسافر، مجاہدین بیوائیں یتیم بچے بچیاں جو سید نہ ہوں وہ صدقہ فطر کے شرعاً مستحق ہیں۔ رشتہ داروں میں غریب ومفلس بہن بھائی بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے، بھانجیاں اور اپنے غریب سسرالی رشتہ داروں کو بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱۰) افضل ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کردیا جائے اگر غریب رشتہ دار دور رہتے ہوں اور نماز عید سے پہلے ممکن نہ ہوا تو نماز کے بعد بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

(۱۱) حدیث پاک میں ہے کہ روزوں کی مقبولیت بارگاہ خداوندی میں ادائیگی صدقہ پر موقوف ہے۔ اس لئے صدقہ جو واجب ہوا ہے اسے ادا کردینا چاہئے۔

(۱۲) غریب رشتہ داروں کے بعد غریب اہل وطن پردیسی لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہیں۔

(۱۳) چونکہ صدقہ فطر کی ادائیگی عید کی صبح صادق نمودار ہونے پر موقوف ہے اس لئے عید کی رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کا صدقہ فطر واجب ہوجائے گا اس کے برعکس کوئی شخص عید کی رات میں فوت ہوجائے تو اس کا صدقہ فطر ساقط ہوجائے گا۔ اسی طرح کوئی عید کی شب میں اسلام لے آئے تو اسے صدقہ فطر دینا ہوگا۔

(۱۴) کوئی شخص بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا ہو انہیں اپنا صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا۔

(۱۵) شیخ فانی جو طاقت سلب ہوجانے کے سبب روزہ رکھنے سے معذور رہا اور ہر روزہ کے عوض اس نے فدیہ بھی دیدیا تب بھی اسے صدقہ فطر دینا ہوگا۔

(فتاوی عالمگیری ص ۹۸)

بقیہ: منکرات عید

دعاء میں شریک ہوتی تھیں اس لئے عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنا جائز و مستحب ہے۔ استحباب و جواز کا انکار نہیں ہو سکتا (امداد الاحکام ص ۱۵۵۔ ج ۱)

۳۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم ملائکتہ فقال یا ملائکتہ ما جزاء اجیر وفی عملہ قالوا ربنا جزاءہ ان یوفی اجرہ قال ملائکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنھم فیقول ارجعوا قد غفرت لکم وبدلت سیئاتکم حسنات قال فیرجعون مغفور لھم (مشکوٰۃ عن البیہقی فی شعب الایمان باب لیلۃ القدر۔ ص ۱۸۳)

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں ثم خرجوا یعجون الی الدعاء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاء اجتماعی ہوگی۔ نماز کے اندر یا خطبہ کی دعاء نہیں ہوسکتی کیونکہ آواز میں گونج اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ بہت سے لوگ مل کر آواز نکالیں دوران نماز جو دعاء ہوتی ہے وہ تو سری ہوتی ہے اور خطبے کی دعاء صرف امام کرتا ہے۔ لہذا وہاں عج کا تحقق نہیں ہوسکتا۔

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عیدین کے موقع پر اجتماعی دعاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔

اب رہی دوسری بات یہ کہ آیا یہ دعاء نماز کے بعد ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد؟ تو روایات میں اس کی صراحت تو نہیں ملتی کہ دعاء کس وقت ہوتی تھی؟ لیکن احادیث میں ہر نماز کے بعد دعاء کی قبولیت عمومی طور پر وارد ہے۔ لہذا نماز عید بھی اس عموم میں داخل ہوگی اور اس کے بعد بھی دعاء کرنا مستحب قرار پائے گا۔ البتہ خطبے کے بعد دعاء کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے چنانچہ نماز کے بعد دعاء ترک کرکے خطبہ کے بعد دعاء کرنے سے سنت میں تبدیلی لازم آئے گی جس سے بچنا چاہئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"البتہ بعد نماز کے آثار کثیرہ میں مشروع ہے اور دبر الصلوات اوقات اجابت دعاء بھی ہے بہرحال بعد نماز دعاء نہ کرنا اور بجائے اس کے بعد خطبہ مقرر کرنا تغیر سنت اور قابل احتراز ہے"۔

(امداد الفتاوی ص ۷۶۹۔ ج ۱)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"الحاصل استحباب دعاء بعد نماز عیدین احادیث مذکورہ وغیرہا سے ثابت ہے اور خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں پس معلوم ہوا کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے بعد دعاء کرنے میں ہے نہ کہ اس کے ترک میں اور خطبے کے بعد اتباع سنت دعا نہ کرنے میں ہے۔ باقی ترک ایسے امور مستحبہ کا ظاہر ہے کہ لائق ملامت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (عزیز الفتاوی۔ ص ۳۰۲)

(بشکریہ اسلام کراچی، رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ)

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

ہمارا نصب العین اسلام کی سربلندی، عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت کا تحفظ
اور گستاخ رسول فتنہ قادیانیت کا پرزور تعاقب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین کی تمام دردمندان اسلام اور شمع ختم نبوت کے پروانوں سے

اپیل

الحمدللہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، اپنے یوم تاسیس سے لے کر اب تک اسلام کی سربلندی، عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ

گستاخ رسول فتنہ قادیانیت کا پرزور تعاقب کر رہی ہے

○ عالمی مجلس کے راہنماؤں اور مبلغین کی کوششوں سے اب تک ہزارہا افراد قادیانیت سے تائب ہو چکے ہیں۔ صرف ایک افریقی ملک "مالی" میں ۳۰،۳۵ ہزار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ○ جماعتی لٹریچر جو متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے (اور مزید زبانوں میں شائع کرنے کی کوششیں جاری ہیں) اس کے اور جماعتی مبلغین کے ذریعے پوری دنیا قادیانیت کے دجل و فریب سے آگاہ ہو چکی ہے ○ تبلیغی نظام کافی وسیع ہو چکا ہے۔ متعدد بیرونی ملکوں میں، جماعتی شاخوں کے علاوہ دفاتر، قرآنی تعلیم کے لئے مکاتب قائم ہو چکے ہیں۔ اندرون ملک ۵۰ سے زائد ہمہ وقتی مبلغ، ۱۰ دینی مدارس قائم ہیں، مدارس میں بیرونی طلباء کے اخراجات عالمی مجلس آپ حضرات کے دیئے ہوئے عطیات سے پورا کرتی ہے۔ ○ جماعت کے دو ہفتہ وار رسالے قادیانیت کے پرزور تعاقب میں مصروف ہیں۔ امسال عالمی مجلس نے ایک عظیم الشان منصوبہ پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کام شروع کیا ہوا ہے اور وہ ہے روس کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں اور کمیونسٹوں کے جبر و تشدد سے نجات حاصل کرنے والے لاکھوں مسلمانوں میں قرآن مجید پہنچانا۔

یہ آزاد ریاستیں

کسی زمانہ میں اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہی ہیں۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام برہان الدین فرغانیؒ، صاحب ہدایہ، امام ابو حفص کبیرؒ، امام ابو اللیث سمرقندیؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ اسی سرزمین سے اٹھے جن کے علمی فیضان سے پورا عالم اسلام مستفید ہوا لیکن ان مسلم ریاستوں پر روس کے ظالمانہ و جابرانہ تسلط نے عالم اسلام کی ان مایہ ناز ریاستوں کو بنجر بنا کر رکھ دیا۔ آج وہ سرزمین قرآنی تعلیم کی پیاسی اور اور وہاں کے مسلمان ہم سے قرآن مجید کے طالب ہیں۔ ایسے میں عالمی مجلس کے وفد نے وہاں کا دورہ کرنے کے بعد ۱۰ لاکھ قرآن مجید جماعت کی طرف سے چھپوا کر وہاں پہنچانے کا فیصلہ کیا، جو الحمدللہ آپ کی دعاؤں سے زیر طبع ہے اس وقت ہزاروں قرآن مجید وہاں پہنچا بھی دیئے ہیں۔

ان تمام منصوبہ جات خاص طور پر وسطی ایشیا کی ریاستوں میں قرآن مجید پہنچانے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عالمی مجلس کو آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے

ہم تمام اہل اسلام اور شمع ختم نبوت کے پروانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ

وہ موجودہ مہینوں خصوصاً رمضان المبارک میں مذکورہ منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور خاص طور پر عطیات سے دل کھول کر امداد فرمائیں۔

فقیر خان محمد
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

محمد یوسف لدھیانوی
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عزیز الرحمٰن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ترسیل زر کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون:۔ ۴۰۹۷۸

کراچی کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون ۷۷۸۰۳۳۷

نوٹ:۔ کراچی کے احباب الائیڈ بنک، بنوری ٹاؤن اکاؤنٹ نمبر ۳۶۳ میں براہ راست رقم جمع کرکے دفتر کو اطلاع دیں۔